اگست
2024ء

یا اللہ!
فلسطین کے
مسلمانوں کی مدد فرما
آمین

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

اہم مضمون
برصفحہ 7

77واں
یومِ آزادی
مبارک

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 18 — وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران) — صفر : 1446ھ
شمارہ : 08 — اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) — اگست : 2024ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اثیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرتعاون: اندرونِ ملک 800 روپے

معمول کا شمارہ: 80 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِتعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		6
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقی ؒ	23
سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت (20)	5	انجینئر فیضان حسن	35
اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیت و اِفادیت (5)	6	مولانا امین عزیز بھٹی	45
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ	7	محمد منظور انور	53
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	8	عبداللہ ابراہیم	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

(ادارہ) یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

(02)	اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	277-275

اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے

Those who live on Riba (interest)

They will not stand before Allah (in the hereafter),

اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ

جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو

Except as those, whom Shaitaan, by his touch

has driven them to insanity.

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا

یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ

That is because they say:

اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا

سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود لینا

"Trade is just like Riba (interest)."

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

حالانکہ سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام

But Allah has permitted trading; While He has disallowed Riba (despite some similarities).

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى

تو جس شخص کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا

Now! One who receives admonition, from his Lord; and does not involve in Riba, any more:

فَلَهٗ مَا سَلَفَ

تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا

He can retain his previous gains;

وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ

اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد

And his case is referred to Allah

وَمَنْ عَادَ

اور جو پھر لینے لگا

While those who repeat (this crime),

فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے

Such are inmates of hell-fire. They are going to live in it forever.

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ

اللہ سود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے

Allah will deprive Riba: of all blessings;
And let the charities grow.

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾
اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا

And Allah doesn't like: any thankless and sinful person.

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے

Surely those who believe and perform well;

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے

And establish prayer and pay Zakat:

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
ان کو ان کاموں کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا

There is a reward for them, with their Lord;

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾
اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

And they have nothing to fear or grieve.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

عالَم ہے فقط مومنِ جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاکؐ نہیں ہے
(علامہ اقبال)

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی عیادت کی

قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ

جو کہ بیماری کی وجہ سے کمزور ہو کر چڑیا کے بچے کی طرح ہو گیا تھا

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اللہ تعالیٰ سے دعا میں کوئی چیز مانگتے ہو؟

قَالَ: نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ:

اس نے کہا: جی ہاں! میں دعا میں یوں کہتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا

اے اللہ! تو نے مجھے جو سزا آخرت میں دینی ہے وہ مجھے یہیں دنیا میں ہی دے دے

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ

آپ ﷺ نے (تعجب کرتے ہوئے) فرمایا: سبحان اللہ، تم میں اس کی طاقت نہیں ہے،

أَفَلَا قُلْتَ: تم دعا میں یہ کیوں نہیں کہتے؟

اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے اللہ! تو عطا کر ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہمیں عذابِ جہنم سے بچا

قَالَ: فَدَعَا اللّٰهُ لَهُ فَشَفَاهُ

اُس آدمی نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تو اللہ نے اسے شفا دے دی

(صحیح مسلم)

حرفِ آرزو

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

ایک نئے جذبے سے
دوبارہ تحریک پاکستان شروع کی جائے!

انجینئر عبد اللہ اسماعیل

اصل علاج دوبارہ دین کی طرف واپس آنا ہے. وہ جذبہ جس سے تحریک پاکستان چلی تھی یہ ملک حاصل کیا تھا وہی تحریک اب دوبارہ چلانے کی ضرورت ہے وہ ادھوری رہ گئی۔ہم نے ملک حاصل کر کے سمجھا کہ کام پورا ہوگیا نہیں۔ابھی تو ایک سیڑھی چڑھے تھے کہ ملک حاصل ہوا تھا ابھی تو اس کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانا تھا اس کو اسلام کے اصولوں پر چلانا تھا پوری دنیا کے لیے نمونہ بنانا تھا کہ دین اسلام کیا ہوتا ہے۔مسلمانوں کا جو ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا اس میں دین اسلام پر جو پردے پڑ گئے تھے اس کو ہٹانے کا دور تھا۔یہ سارے بیانات وہ تھے جو ہمارے لیڈروں نے دیے تھے۔علامہ اقبال نے دیے تھے قائداعظم نے دیے تھے کہ اس مقصد کے لیے یہ ملک چاہیے۔لیکن ملک میں آتے ہی ہم بس خوشی سے بے حال ہوگئے کہ کام ہی پورا ہوگیا، کام پورا نہیں ہوا تھا کام ادھورا رہ گیا تھا۔آج پھر ایک تحریکِ پاکستان اور وہ نعرہ دوبارہ لگانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ۔

وطن عزیز کے قیام کو 77 سال ہورہے ہیں، اتنے عرصے میں تو قومیں زمین سے آسمان تک جا پہنچتی ہیں مگر اس قوم کی مشکلات ختم ہونے کو نہیں آ رہیں۔ ہر عقل وشعور رکھنے والا انسان اپنے اندازے سے اس کا حل پیش کرتا ہے۔کیوں نا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب میں اس کا

حل تلاش کرلیا جائے؟ اوراس بات پر ہمارا ایمان ہونا چاہیے یقین ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کا بتایا ہوا حل جو ہوگا وہی پائیدار حل ہوگا وہی حل ہوگا جس سے ہمیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فائدہ ہوگا۔اس انداز سے قرآن مجید پر نظر دوڑائی جائے تو قرآن مجید کے دو یا تین مقامات ایسے ہیں جن کو پڑھ کر لگتا ہے کہ واقعتاً اللہ تعالیٰ نے ہم پاکستان کے مسلمانوں ہی کے لیے یہ آیات نازل کی ہیں، گویا یہ آیات آج کے زمانے کے لیے ہی اُتری ہیں۔ان میں سے کچھ آیات سورۃ انفال کی ہیں اور کچھ آیات سورۃ نحل کی ہیں۔ پہلے ہم سورۃ انفال کی آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔سورۃ انفال کی آیت نمبر 26، 27اور 28 میں فرمایا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ ’’یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے‘‘

ذرا اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں کہ آج سے 76 سال پہلے جب ہندوستان کی تقسیم نہیں ہوئی تھی اُس وقت یہاں مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے، انگریز کا دور تھا اور انگریز نے ہی یہاں پر جمہوریت متعارف کروائی تھی کہ ہر آدمی کا ایک ووٹ ہوگا۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے یہاں آٹھ سو سال حکومت کی ہے، بارھویں صدی سے مسلمانوں کی حکومت شروع ہوئی اور 1857ء میں ختم ہوئی، ایک طویل عرصہ مسلمانوں نے ہندوستان میں حکومت کی تھی لیکن پھر بھی مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے اور ہندو تعداد میں زیادہ تھے۔ یہ بھی ہمارے دین ہی کا حسن ہے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے، اس لیے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان نہیں کیا گیا۔ ہاں حکومت مسلمانوں کی رہی، اللہ تعالیٰ کا دین اور قرآن مجید کا قانون نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، قاضی ہوتے تھے فیصلہ کرتے تھے لیکن ہندوؤں کو جبراً مسلمان نہیں کیا گیا۔انگریز جو جدید جمہوری نظام لے کر آیا تھا اس میں ہر انسان کا ایک ووٹ تھا۔ اگر ہندوستان کا بٹوارا نہ ہوتا اور یہ ملک پاکستان نہ بنایا گیا ہوتا تو جمہوری طریقے پر ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت آ ہی نہیں سکتی تھی (نہ ہی ابھی آ رہی ہے)۔تو فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ’’یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے تھے تمہیں دبا لیا گیا تھا‘‘۔ٹھیک ہے ہماری بادشاہت تھی لیکن اس کے بعد سو سال انگریز کی غلامی کے گزرے تو اس دوران حالات بدل چکے تھے اور جمہوری دور آ گیا تھا اور جمہوری نظام میں بندوں

کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔کوئی چاہے جتنا طاقتور ہو اس کا ایک ووٹ ہے اور کمزور کا بھی ایک ووٹ ہے۔طاقتور کا بھی ایک ووٹ ہے اور بزدل کا بھی ایک ووٹ ہے۔ ہندو بے شک بزدل ہو ووٹ تو اس کا بھی ایک تھا۔

تَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ تمہیں ڈر تھا کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں گے

انگریز تو یہاں سے جا رہا تھا اور ہندو کو مسلمانوں پر بڑا غصہ تھا کہ مسلمانوں نے اُن پر ایک طویل عرصہ حکمرانی کی تھی، انہوں نے بدلہ نکالنا تھا اور وہ تو چاہتے تھے کہ انگریز ہندوستان کو اسی طرح چھوڑ کے چلا جائے۔آج ہم دیکھ نہیں رہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ اُس وقت بھی ان کے ارادے یہی تھے۔انہوں نے ہجرت کے موقع پر کیا ظلم نہیں کیا؟ جب پاکستان بنا اور وہاں سے ٹرینیں چلیں اور لوگ ہجرت کر کے آئے انہوں نے مسلمانوں کو نہیں بخشا۔اُس وقت ایسے حالات تھے۔اللہ تعالیٰ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ان حالات کی بالکل صحیح انداز سے منظر کشی کر رہے ہیں کہ تمہیں خوف تھا تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک کر نہ لے جائیں۔

فَاٰوٰىکُمۡ تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ عطا کیا

ایک الگ ملک دیا، ایک آزاد ملک دیا

وَ اَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ اور خاص اپنی مدد سے تمہیں تقویت پہنچائی

تمہارے ہاتھ مضبوط کیے

وَ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔

تین باتیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں جو مسلمانانِ پاکستان پر صادق آتی ہیں۔ ایک یہ کہ تمہیں ٹھکانہ دیا۔ ہندوستان میں مسلمان اکثریت کے جو علاقے تھے ان کو علیحدہ کر کے ایک مسلمانوں کا ملک بنا دیا گیا مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت سے تمہیں مضبوط کیا۔اور تیسری بات یہ کہ تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا۔

لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ O تا کہ تم شکر ادا کرو

یہ ملک ایسے نہیں ملا، یہ ملک اللہ تعالیٰ سے وعدے کر کے لیا گیا ہے، نعرے لگا کر لیا گیا ہے: پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ۔ 23 مارچ 1940ء سے پہلے جب تک یہ نعرہ نہیں لگا اس

وقت تک تحریک پاکستان کا آغاز نہیں ہوا، اس سے پہلے مسلمان سوئے ہوئے تھے۔ جنہوں نے تاریخ پڑھی ہے ان کو اندازہ ہے کہ ہمت ہی نہیں تھی، اس نعرے نے مسلمان عوام کے اندر جذبہ پیدا کیا کہ ہمارا ایک علیحدہ آزاد ملک ہو جس میں ہم اللہ تعالیٰ کی کبریائی ثابت کریں۔ لا الہ الا اللہ کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہ ہوتی ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات مانے جاتے ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ ہوں۔ اس وعدے پر اللہ تعالیٰ سے یہ ملک مانگا گیا تھا اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی گئی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ملک ہمیں عطا کر دیا۔

ہم میں سے اکثریت کو آزادی کا جو دن یاد ہے وہ 14 اگست 1947ء یاد ہے لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اس دن 27 رمضان المبارک بھی تھا ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات بھی تھی جس دن ہمیں یہ ملک عطا ہوا تھا۔ جب رات کے 12 بجے ریڈیو پر اعلان ہوا تھا کہ ”یہ ریڈیو پاکستان ہے“ وہ رات اکثر اہل علم کے خیال میں شب قدر تھی۔ 27 ویں شب تو تھی ہی تھی، شب قدر تھی یا نہیں، اللہ بہتر جانتا ہے، اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ شب قدر میں یہ ملک عطا ہوا۔ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ہے اللہ تعالیٰ کی خاص پلاننگ ہے۔ یہ ایسے ہی نہیں ہمیں دے دیا گیا۔ ایک آدمی دین چاہتا ہی نہ ہو اس کو دے دیا جائے ایسا نہیں ہوتا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدے ہی اتنے کیے تھے، ہم نے 1940ء سے 1947ء تک سات سال نعرے ہی یہ لگائے تھے پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ۔ ان وعدوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے یہ ملک عطا کیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ لیکن ہم نے کیا کیا؟ اس بارے میں آگے جا کے بات کرتے ہیں۔ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ   اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! دیکھو نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کرو

وَ تَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِکُمۡ   اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

وعدے کر کے یہ ملک حاصل کر لیا۔ حق تو یہ بنتا تھا کہ اس امانت میں خیانت نہ کی جاتی۔ ہم مسلمان تھے اس لیے اگر یہ ملک اسلام کے نام پر نہ بھی حاصل کیا ہوتا تب بھی ہماری ذمہ داری تھی کہ اس میں دین نافذ کرتے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جو امانت ہمارے پاس ہے یہ جو کلمے کی

امانت ہے، ہم نے جو کلمہ شہادت پڑھ رکھا ہے، ہم اپنے آپ کو جو مسلمان کہتے ہیں اس کا بھی تقاضا یہ تھا کہ اس ملک میں دین نافذ کرتے۔ لیکن ذمہ داری مزید بڑھ گئی کہ امانت کے طور پر لے لیا، نعرہ بھی ہم نے یہ لگایا کہ لا الہ الا اللہ نافذ کریں گے۔ فرمایا: دیکھو اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O جب کہ تم یہ ساری بات جانتے بھی ہو۔

یہ سارا ماضی تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اور جان لو کہ بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد سب تمہارے لیے آزمائش ہیں

ملک کب بگڑتے ہیں؟ قومیں کب تباہ ہوتی ہیں؟ جب ہر انسان کو اپنی پڑ جائے، اپنے مال اور اپنی اولاد کی ایسی فکر لگ جائے کہ اس کے سوا انسان نہ دیکھے کہ دائیں بائیں کس کا فائدہ ہے کس کا نقصان ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں یہ بات سمجھائی تھی کہ دیکھو تمہارے مال اور تمہاری اولاد یہ آزمائش ہیں، اس کے پیچھے پڑیں گے تو نہ دین کے رہیں گے نہ دنیا کے رہیں گے، ملک بھی ضائع ہوگا۔

وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ O جبکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین اجر ہے

قرآن مجید نے جو حالات بیان کیے ہیں کہ ہم تعداد میں تھوڑے تھے، ہم زمین میں دبا لیے گئے تھے، ہم کمزور تھے، اللہ تعالیٰ نے خاص مدد سے یہ ملک عطا فرمایا اور بطور امانت کے عطا فرمایا، ہم نے مانگا اللہ تعالیٰ نے دے دیا تاکہ ہم شکر ادا کریں۔ اور شکر کا تقاضا کیا تھا؟ کہ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کرتے۔ جس نام پہ ملک مانگا گیا تھا اس نام کو سربلند کرتے اس دین کو نافذ کرتے اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرتے۔ پھر دوسرے انداز سے بھی سمجھایا اور حکم دیا کہ تم خیانت نہ کرو۔ شکر ایک مثبت جذبہ ہے خیانت ایک منفی جذبہ ہے کہ شکر ادا کرو اور خیانت نہ کرو۔ یہ بہت بڑی امانت سونپ دی گئی ہے۔ یہ ملک ہماری قربانیوں کا حاصل کم ہے اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہے۔ جن حالات میں یہ ملک بنا ہے، اب تو خیر پاکستان کی تاریخ میں یہ بات بچوں کو پڑھائی جاتی ہے یا نہیں کہ 1946ء میں جو کیبنٹ مشن تھا اس میں ایک یہ منصوبہ بنا تھا کہ دس سال ہندوستان متحد رہے گا، اس کے بعد کوئی آزاد ہونا چاہے گا تو آزاد ہو سکتا ہے اور مسلم لیگ کے

صدر قائداعظم محمد علی جناح نے اس منصوبے کو مان لیا تھا؛ اس وقت حالات ہی ایسے تھے کہ ہم دس سال بعد بھی آزاد ہو جائیں تو بڑی بات ہے۔ لیکن کانگریس کے صدر جواہر لال نہرو نے اس منصوبے کو مسترد کر دیا تھا، اس نے کہا تھا دس سال بعد ہر کوئی آزاد ہو جائے گا؟ میں اس پلان کو نہیں مانتا۔ بعد میں قائداعظم نے بھی انکار کیا کہ ٹھیک ہے وہ نہیں مانتا تو ہم بھی نہیں مانتے۔ وہ بات جو دس سال بعد سوچی جا رہی تھی اللہ تعالیٰ نے ایک سال میں ہی پوری کر دی۔ ایسے حالات تبدیل ہوئے کہ انگریز نے خود ہی فیصلہ کیا کہ اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس کے لیے 14 اگست اور 15 اگست کی دو تاریخیں طے پائیں۔ یہ بات بھی ہمیں معلوم ہونی چاہیے کہ پہلے 14 اگست بھارت کی آزادی کا دن مقرر ہوا تھا اور 15 اگست پاکستان کی آزادی کا دن تھا۔ لیکن ہندوؤں نے اپنے علم کے مطابق اپنا کوئی حساب کتاب لگایا اور کہا کہ 14 کی تاریخ ہمارے لیے مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لیے ہمیں 15 اگست کا دن دیا جائے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں طے تھا۔ 14 اگست کو 27 ویں شب تھی، 15 اگست کو 28 ویں شب تھی۔ ہم نے ان سے نہیں لڑائی کی کہ ہمیں 14 اگست دیا جائے کہ ہماری ستائیسویں شب ہے، یہ ان کی طرف سے مطالبہ ہوا تو ایسے ہی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں 27 ویں شب کو یہ ملک عطا کر دیا۔ یہ امانت ہے۔ ٹھیک ہے قربانیاں بھی ہیں، محنت بھی ہے لیکن جس طرح کہتے ہیں کہ چھپر پھاڑ کے ملا ہے یہ ملک اللہ تعالیٰ نے محنت سے بڑھ کر دے دیا ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بیان ہوا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں نعمتیں عطا فرما دے گا تو ہم تیرے راستے میں خرچ کیا کریں گے اور بڑے نیک بن جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آزمانے کے لیے نعمتیں عطا کر دیتا ہے تو اکثر لوگ وعدے کے خلاف کرنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کو منافق کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو مال دیا انہوں نے بخل کیا، وہ اپنا وعدہ ہی بھول گئے۔ اور اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں منافقت پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے ملتے جلتے حالات ہم نے بھی پیدا کیے ہیں۔ ہم نے بھی وعدے کیے ہم نے بھی نعرے لگائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک عطا کیا اور پھر ہم نے شکر ادا نہیں کیا، ہم نے دین نافذ نہیں کیا، ہم نے وعدہ پورا نہیں کیا، ہم نے امانت کو نہیں سنبھالا، خیانت کی اور خیانت کس بنیاد پر کی؟ مال اور اولاد کی بنیاد پر۔ ہر

انسان کو اپنی پڑ گئی کہ میرے پاس دولت آنی چاہیے ملک کا بگڑتا ہے تو بگڑ جائے دین کا بگڑتا ہے تو بگڑ جائے۔ آج تقریباً ہر پاکستانی ذاتی مفاد کی زندگی بسر کر رہا ہے اس کو اپنے ملک کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی فائدے والی یا نقصان والی بات ہے، بس اپنی فکر ہے اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر ہے اپنی جیبیں بھرنے کی فکر ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال پہلے اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آیت جوڑی ہے

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ جان لو تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے

اپنے مال کی فکر ہے اور اپنی اولاد کی فکر ہے اس کے علاوہ ہمیں تیسرے کسی آدمی کی فکر نہیں ہے۔ اس ملک کے اندر کسی کا جتنا مرضی نقصان ہو جائے ملک کا نقصان ہو جائے قوم کا نقصان ہو جائے ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ ہمیں پرواہ ہے تو اپنے مال کی اپنی اولاد کی۔ جان لو کہ یہ مال اور یہ اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں

وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ O اور یہ کہ بڑا اجر تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یہاں مال جمع کر لینا اور اولاد کے لیے بہت آسائشیں اکٹھی کر لینا اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بہر حال اس بات کو تو ہر کوئی تسلیم کرے گا کہ ہم نے وعدہ خلافی کی، ہم نے ناشکری کی، ہم نے امانت میں خیانت کی، ہم اپنے مال اور اولاد کے پیچھے پڑے۔ جو قومی جذبہ ہونا تھا وہ ہمارے اندر نہیں تھا۔ پھر ناشکری اور امانت میں خیانت کا نتیجہ بھی ہم قرآن مجید ہی سے دیکھ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو نعمتیں عطا کرے اور اس کے بعد وہ قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری پر اُتر آئے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیا سزا دیتے ہیں؟ اس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ النحل میں ہے۔ آیت نمبر 112 میں فرمایا:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً اور اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے ایک بستی کی جو کہ بڑی امن میں تھی بڑے اطمینان میں تھی

يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ اس کو اس کا رزق پہنچ رہا تھا بڑی وسعت سے ہر طرف سے

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ پھر اس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا یعنی ناشکری کی

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ   تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چکھایا بھوک اور خوف کا لباس

بھوک اور خوف کا مزا

بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ O   ان کے اپنے کرتوت کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ یہ سزا دیتا ہے جو آج ہم بھگت رہے ہیں بھوک کی سزا اور خوف کی سزا۔ کسی انسان کو اپنا مستقبل محفوظ نظر نہیں آتا ہر انسان خوف میں ہے کہ کل کا کیا بنے گا اور بھوک کا تعلق ظاہری سی بات ہے کہ مہنگائی کے ساتھ ہے جس کا رونا تو ہر انسان رو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے اور سزا کس وجہ سے ہے کہ ہم نے ناشکری کی۔ جو بڑی عمر کے لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ بڑی خوشحالی کا دور آ گیا تھا اور ہم نے قراردادِ مقاصد بھی پاس کر لی تھی کہ اس ملک میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ سارے مکاتب فکر کے علماء کرام نے 22 متفقہ نکات بھی پیش کر دیے تھے کہ ان نکات کی روشنی میں آئین بنایا جائے۔ اس کے بعد یہ بہانہ بھی ختم ہو گیا کہ علماء کرام کا آپس میں اختلاف ہے کس کا اسلام لایا جائے۔ دین کی طرف کچھ بات آگے بڑھی لیکن مزید آگے نہیں بڑھ سکی۔ وہ بستی جو امن اور اطمینان کی بستی تھی وہ بستی جس میں بڑا رزق آ رہا تھا لیکن اس کے بعد ہم آگے نہیں بڑھے ناشکری شروع کی۔ سب سے بڑی ناشکری تو یہی تھی کہ جس نام پر ملک حاصل کیا گیا تھا اس کی طرف مزید بڑھنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے یہاں مہنگائی کے خلاف، ٹیکسوں کے خلاف، اور چیزوں کے خلاف بڑے جلسے اور جلوس کیے۔ بزرگ جانتے ہیں کہ کبھی کوئی آٹا یا چینی 2 آنے یا 4 آنے مہنگی ہو گئی تھی تو سارے ملک میں ہڑتال ہو گئی تھی۔ ہاں ہڑتال نہیں ہوئی تو دین کے نام پر نہیں ہوئی، ہڑتال نہیں ہوئی تو اسلام نافذ نہ کرنے پر ہم نے ہڑتال نہیں کی۔ ہاں دنیا داری کی چیزوں میں ہم ہڑتال کرتے رہے، پہیہ جام کرتے رہے، جمہوریت کے نام پر بڑے جلوس نکالے گئے اور بڑی قربانیاں دی گئی لوگ شہید بھی ہو گئے اور شہیدِ جمہوریت بھی کہلائے، شہید اسلام کوئی نہیں کہلایا۔ یہ ناشکری کی سزا ہے جو آج ہم بھگت رہے ہیں مسائل ہی مسائل ہیں گنتی میں نہیں آ سکتے۔ جس محکمے کی طرف نظر ڈالی جائے اس میں خرابیاں اور کرپشن ہے پولیس، عدلیہ، وکیل، پٹوار خانہ، محکمہ تعلیم، سڑکوں کا محکمہ جو مرضی آپ نام

لے لیں کوئی ایک محکمہ بھی ہے جوٹھیک ہوایک معاملہ بھی ہے جوٹھیک ہو، مسائل ہی مسائل ہیں۔حل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنی شروع کر دیں قرآن مجید میں ہی ہے کہ

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَىٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ

(ابراہیم:07)

تیرے رب نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

یہ تو رب کا عذاب ہے اس سے چھٹکارہ رب کی طرف رجوع کیے بغیر نہیں ہے، جہاں سے مرضی ہم قرضہ حاصل کر لیں، جہاں سے مرضی ہمیں ریلیف مل جائے، اس سے حالات ٹھیک نہیں ہونے والے بلکہ عذاب پھندا مزید سخت ہی ہوگا کہ ہر انسان رب کی نعمتوں کا ناشکرا بنا بیٹھا ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے بزرگوں نے وعدہ کیا تھا، میں نے تو وعدہ کیا ہی نہیں، میں تو 1947ء کے بعد پیدا ہوا تھا اُس وقت تو آزاد ملک ملا تھا ہمارے بزرگوں سے پوچھا جائے جنھوں نے وعدے کیے تھے۔تو بھائی! ایک آزاد ملک میں پیدا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے؟ اس کی قدر کی ضرورت نہیں ہے؟ اس کا شکر ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ ضرورت ہے۔ دونوں طرف سے ذمہ داری یہی بنتی ہے۔

دو معاملات اور ہیں ایک معاملے میں تو ہم دنیا کی بدقسمت ترین قوم ثابت ہوئے ہیں اور ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ ہم نااہل لوگ ہیں، ہمارے بعد میں آزاد ہونے والی قومیں، ہمارے بعد آزاد ہونے والے ملک ہم سے آگے نکل گئے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے پڑوس میں ہندوستان جو ایک دن بعد آزاد ہوا، وہ کہاں کھڑا ہے؟ اس بات پر غصہ بھی بڑا آتا ہے کہ کوئی آدمی کہے کہ ہندوستان ہم سے آگے نکل گیا۔ جذباتی ہو جاتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے۔ ہم ایک ارب ڈالر کو روتے رہے ان کی تو کئی ارب ڈالرز کی ایکسپورٹ ہے۔ چلو ہندوستان کو بھی چھوڑ دیا جائے 1971ء میں بنگلہ دیش آزاد ہوا ہم 1947ء میں آزاد ہوئے تھے وہ بھی ہم سے آگے نکل گیا۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ ہم شاید اس ملک کے اہل نہیں تھے۔ دوسری بات ہماری خوش قسمتی کی ہے کہ ہم اتنی خوش قسمت قوم سے ہیں کہ ہماری قومی ذمہ داری اور ہماری دینی ذمہ داری ایک ہی تھی۔

بحیثیت مسلمان سب سے اوپر دین اسلام ہے اس کی بھی وہی ذمہ داری تھی کہ ہم دین پر چلتے اور بحیثیت پاکستانی قوم ہماری یہی ذمہ داری تھی کہ ہم دین پر چلتے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر لیا گیا تھا پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ اور بھی مسلمان ملک آزاد ہوئے کوئی دین کے نام پر آزاد نہیں ہوا۔ یہ خوش قسمتی اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی تھی۔ ہم صرف ایک کام کی طرف آگے بڑھیں ہمیں دوہرا فائدہ ہے، ہمارا ملک بھی ترقی کرتا ہے اور ہماری آخرت بھی سنورتی ہے دین بھی ترقی کرتا ہے۔

آپ ذرا سوچیں! ہندوستان میں جو مسلمان ہے اس کے لیے مسلمان ہونے کے اور تقاضے ہیں اور ہندوستانی ہونے کے اور تقاضے ہیں، اس کے دل میں ایک لڑائی سی رہتی ہوگی کہ دین کہتا ہے ادھر چلو ہندوستان ملک کا شہری ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ادھر جانا ہے۔ ہمیں کتنا سکون ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہم پاکستان ہیں پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ یہاں پر جو بھی دین کی خدمت ہو رہی ہے دین کے لیے محنت ہو رہی ہے اسلام کی طرف آگے بڑھنے کی بات ہو رہی ہے اس میں ہی ملک کا فائدہ ہے، ملک کی ترقی ہے، ملک کی طاقت ہے۔

کوئی قوم آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ وہ آپس میں متحد اور یک جان نہ ہو جائے اور ہمارے ملک میں یک جان ہونے کے لیے ہمارے پاس کوئی بنیاد ہے ہی نہیں۔ قومیں یک جان ہوتی ہیں ایک تو زبان کی بنیاد پر۔ ہمارے ملک میں تو زبان ایک نہیں ہے یہاں تو پنجابی بھی بولتے ہیں ہمارا ایک صوبہ سندھی بولتا ہے ایک صوبہ بلوچی بولتا ہے ایک صوبہ پشتو بولتا ہے اس کے علاوہ سرائیکی، ہندکو اور دیگر زبانیں بھی یہاں بولی جاتی ہیں۔ تو مختلف زبانیں بولنے والے لوگ کیسے متحد ہو جائیں؟ دوسری بنیاد نسل ہے۔ دنیا میں لوگوں نے نسل کی بنیاد پر ملک فتح کیے ہیں۔ نسل کی بنیاد پر دو عظیم جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔ ہمارے ملک میں تو نسل بھی ایک نہیں ہے۔ جب ہماری زبان ایک نہیں ہے اور ہماری نسل بھی ایک نہیں ہے تو کس بنیاد پر اکٹھا کیا جائے؟ کس بنیاد پر ایک پنجابی ایک سندھی کو گلے لگائے؟ ایک بنیاد ہے دین کی کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی بنیاد موجود نہیں ہے کہ جس پر قوم کو اکٹھا اور یک جان کر لیا جائے۔ متحد ہوں گے تو آگے بڑھیں گے اور دین میں بھی مسلک سے اوپر اٹھنا پڑے گا کیونکہ اگر مسلک میں رہیں گے تو پھر لڑائی ہے۔ اور اوپر آنے کے لیے سب کو قرآن مجید پر آنا پڑے گا جس میں کوئی لڑائی نہیں ہے۔

پاکستان بن گیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ملک دے دیا۔ اب اگر پاکستان کو چلانا ہے تو دین پر چلے بغیر پاکستان نہیں چل سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس طرح برف کا بہت بڑا گلیشیر ہو تو اس کو پگھلتے پگھلتے بھی سالوں لگ جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی ہمارے خواب وخیال سے بھی بہت بڑی نعمت تھی۔ ہاں پگھل رہی ہے اور پگھلتی چلی جارہی ہے اگر ہم صحیح نہ ہوئے، ہم نے دین کی طرف واپسی اختیار نہ کی تو یہ پگھل جائے گی ہاتھوں سے نکل جائے گی۔ گرمی ہو اور انسان نے برف رکھی ہوئی ہو اس کو محفوظ کرنے کا ذریعہ نہ ہو تو وہ پگھل جائے گی جب تک کہ اس کو لپیٹ نہ دیا جائے محفوظ نہ کرلیا جائے۔ اس ملک پاکستان کو محفوظ کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ دین کی طرف توجہ کی جائے، دین اسلام کی طرف واپسی کی جائے، اس وعدے کی طرف پلٹ آیا جائے جو ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ جس وعدے پر اس ملک کو حاصل کیا تھا۔ یہ تو عین اس ملک کو اس کی حقیقت کی طرف لے جانے والی بات ہے۔ یہ کوئی اس کا رخ موڑنے والی بات نہیں ہے۔ پہلے ہم غلط موڑ مڑ آئے ہیں۔ اسی نام پر ملک حاصل کیا تھا اسی نام پر اس کو چلانا عین اس کی حقیقت ہے۔ کوئی بہت بڑی کالونی ہو اس کا ایک پلاٹ مسجد کے لیے مختص کر دیا جائے اور اگر اس میں مسجد بنائی جائے تو کیا لڑائی ہے؟ ہاں اس میں کوئی مارکیٹ بننے لگ جائے تو پھر لڑائی ہے کہ یہ جگہ تو مسجد کے لیے تھی کہ یہ ملک اس مسجد کے نام پر لیا گیا تھا لا الہ الا اللہ مسجدوں میں لکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سربلندی ہوگی اللہ تعالیٰ کا دین نافذ کیا جائے گا۔ یہاں اس بات کا مطالبہ کرنا کہ لا الہ الا اللہ ہو یہ غلط بات نہیں ہے یہ تو عین حقیقت ہے کہ یہ پلاٹ اسی کے لیے لیا تھا یہ زمین اسی کے لیے مختص تھی۔ ہاں اس کو اور چیزوں میں بدل دیا گیا ہے ہاں واپس اس کی حقیقت پر اس کو لانا ہے۔ واپس لانا کیسے ہے؟ دین اسلام کیسے نافذ ہوگا؟ بہت بڑا علاقہ 96096 مربع کلومیٹر اس کا رقبہ ہے اس پر دین نافذ کرنا ہے۔ آغاز اپنی چھ فٹ کی سلطنت سے ہوگا جس کا وزیر اعظم یا صدر میں خود ہوں مالک میں خود ہوں۔ ہر انسان کے پاس اتنی سلطنت تو موجود ہے۔ ہر انسان اپنے اس چھ فٹ یا پانچ فٹ کے قد کا وزیر اعظم ہے صدر ہے۔ آغاز اس سے ہوگا۔ اگر ہم پاکستان میں دین کا مطالبہ کرنے میں سچے ہیں تو اپنے اوپر دین کو نافذ کریں گے اگر میں اپنے اوپر دین کو نافذ نہیں کر رہا جو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں مان سکتا ہوں نہیں مان رہا اور

میں نعرہ لگاتا ہوں پاکستان میں اسلام آنا چاہیے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے میرے اس نعرے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اپنی سلطنت میں تو کر نہیں رہا۔ ہمارے میں سے کوئی یا پاکستان کا وزیراعظم پوری دنیا سے مطالبہ کرے کہ پوری دنیا میں دین اسلام نافذ ہو جائے تو لوگ مذاق اڑائیں گے کہ بھئی اپنے ملک میں تو پہلے کرو پھر بعد میں سب سے مطالبہ کرنا۔ تو اگر ہم یہ بات کرتے ہیں تو ہمارے اوپر بھی یہ بات پلٹ کر آتی ہے کہ پہلے اپنے جسم پر تو دین نافذ کریں۔ تو آغاز یہیں سے ہونا ہے اوپر سے آغاز نہیں ہونا کہ پورا ملک ٹھیک ہو جائے تو سب سے آخر میں میں بھی ٹھیک ہو جاؤں گا۔ سب سے پہلے ہم میں سے علیحدہ علیحدہ ہر شخص کو ٹھیک ہونا ہے ہر شخص کو توبہ کرنی ہے۔ اس کے بعد ایک سلطنت اور تھوڑی سی بڑی ہے وہ ہمارا گھر ہے، گھر کا جو سربراہ ہے وہ گھر کا مالک ہے اس کا حکم چلتا ہے۔ اگلا دائرہ یہ ہے کہ اپنے گھروں میں دین نافذ کیا جائے ہمارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جو کہ ہو رہی ہے۔ یہ 6 فٹ کی سلطنت بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہے، پانچ مرلے دس مرلے کا گھر بھی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو کس منہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پاکستان میں دین نافذ ہو جائے ہمارا منہ ہی نہیں بنتا ہم مخلص ہی نہیں ہیں دین کے لیے ہم خود ہی نہیں چاہتے کہ دین نافذ ہو جائے اور اس میں کوئی جھوٹ والی بات نہیں ہے۔ ہماری قومی اسمبلی میں سندھ کے ایک ہندو رکن اسمبلی رمیش کمار نے بل پیش کیا تھا کہ ہمیں بلاوجہ بدنام کیا ہوا ہے ہمارے مذہب میں بھی شراب حرام ہے، اس ملک میں بھی شراب حرام ہونی چاہیے ملک پاکستان میں شراب پر پابندی ہونی چاہیے۔ اور ہماری قومی اسمبلی نے، جس میں مسلمان ارکان اسمبلی بیٹھے ہوئے تھے، شراب پر پابندی کا بل پاس نہیں کیا۔ ایک ہندو نے بل پیش کیا تھا ہمارے کسی مسلمان رکن اسمبلی کو تو ویسے ہی کوئی جرأت نہیں ہو سکی تو فیق نہیں ہو سکی۔ وہ کیا سوچتے ہوں گے ہمارے دین کے بارے میں، وہ ان باتوں کو دیکھ کے ایمان لے آئیں گے؟ کہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ ہم خود اپنے دین کے بارے میں مخلص نہیں ہیں اور اس کا الزام اپنے لیڈروں کو دینا اپنے سربراہوں کو دینا غلط ہے۔ جیسے لوگ ہوتے ہیں ویسے ان کے لیڈر رہوتے ہیں۔ ہم سارے نیک بیٹھے ہیں؟ ہم میں سے کوئی کرپشن نہیں کرتا؟ ہم میں سے کوئی غلط کام نہیں کرتا؟ ہم میں سے کوئی رشوت نہیں لیتا؟ صرف ہمارے لیڈر ہی یہ غلط کام کرتے ہیں نہیں۔ ایک ریڑھی والا بھی پورا تولنے کو تیار نہیں

ہے، ایک چپڑاسی بھی بغیر پیسے لیے صحیح فائل ادھر سے ادھر کرنے کو تیار نہیں ہے۔ یہی لوگ ووٹ لے کر اوپر پہنچ جاتے ہیں، انہی لوگوں کے ووٹوں سے لیڈر بنے ہیں۔ تو اس بات کا الزام اپنے لیڈروں پہ ڈال کے تسلی کر لیتے ہیں کہ وہ غلط ہیں ہم تو بڑے ٹھیک ہیں اب ہم کیا کریں وہ مسلط جو ہو گئے ہیں۔ مسلط نہیں ہوئے مسلط کیے گئے ہیں۔ یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے اور جب ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے لیڈر ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں تو جب ہمارے اعمال ٹھیک ہوں گے خود بخود ہمارے لیڈر بھی ٹھیک ہوں گے۔ کچھ وقت لگ جائے گا آہستہ آہستہ سب چیز ٹھیک ہو جائے گی۔ سارے مسائل کا حل یہی ہے۔ پٹواری کب ٹھیک ہوں گے جب وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں گے بالکل ٹھیک ہو جائیں گے، وکیل کب ٹھیک ہوں گے؟ جب صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں گے بالکل ٹھیک ہو جائیں گے، جج کب ٹھیک ہوں گے۔ جب صحیح معنوں میں مسلمان ہو جائیں گے بالکل ٹھیک ہو جائیں گے، محکمہ تعلیم کب ٹھیک ہو گا سارے صحیح دین پر آ جائیں ٹھیک ہو جائے گا۔ ہر چیز کا حل یہی ہے کہ ہم دین اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔ ہماری خوش قسمتی دیکھ لیں کہ اس میں ہمارا دنیا کا بھی فائدہ ہے آخرت کا بھی فائدہ ہے۔ ملک پاکستان کی ترقی بھی دین اسلام سے ہے اور آخرت کی کامیابیاں بھی دین اسلام سے ہے۔

جتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے جتنی بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے اتنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دہی بھی ہونی ہے۔ اگر اس خوش قسمتی کو خوش قسمتی میں بدل لیا بڑا فائدہ ہے اور اگر خوش قسمتی کو بد قسمتی میں بدل لیا، ایک تیر سے دو شکار ہوتے ہیں تو پھر بھی نہیں کیے، پکڑے جائیں گے۔ قیامت والے دن دین اسلام کے نام پر علیحدہ سے جواب دہی ہوگی کہ دین پر کیوں نہیں چلے مسلمان تھے اور پاکستان کی علیحدہ جواب دہی کرنی ہے کہ اتنی بڑی نعمت تھی کیوں ناشکری کی۔ تمہارے آباؤ اجداد نے بھی وعدے پورے نہیں کیے اور آج ہم ایک آزاد ملک میں پیدا ہوئے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ملی تھی اس کی بھی ناشکری۔ تو راستہ یہی ہے مسائل کا حل یہی ہے اس کے علاوہ جو بھی حل ہو گا ناپائیدار ہو گا اس سے شاید وقتی طور پر کچھ آرام آ جائے وہ اصل علاج نہیں ہے۔ اصل علاج دوبارہ دین کی طرف واپس آنا ہے وہ جذبہ جس سے تحریک پاکستان چلی تھی یہ ملک حاصل کیا تھا وہی تحریک اب دوبارہ چلانے کی ضرورت ہے وہ

ادھوری رہ گئی۔ ہم نے ملک حاصل کر کے سمجھا کہ کام پورا ہوگیا، نہیں۔ ابھی تو ایک سیڑھی چڑھے تھے کہ ملک حاصل ہوا تھا ابھی تو اس کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانا تھا اس کو اسلام کے اصولوں پر چلانا تھا پوری دنیا کے لیے نمونہ بنانا تھا کہ دین اسلام کیا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا جو ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا اس میں دین اسلام پر جو پردے پڑ گئے تھے اس کو ہٹانے کا دور تھا۔ یہ سارے بیانات وہ تھے جو ہمارے لیڈروں نے دیے تھے۔ علامہ اقبال نے دیے تھے قائداعظم نے دیے تھے کہ اس مقصد کے لیے یہ ملک چاہیے۔ لیکن ملک میں آتے ہی ہم بس خوشی سے بے حال ہوگئے کہ کام ہی پورا ہوگیا، کام پورا نہیں ہوا تھا کام ادھورا رہ گیا تھا۔ آج پھر ایک تحریکِ پاکستان اور وہ نعرہ دوبارہ لگانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ اِلا اللہ۔ ابھی پاکستان میں لا اِلٰہ اِلا اللہ نافذ نہیں ہے۔ ابھی تو وہی 1860ء والا انگریز کا قانون نافذ ہے جب ہم غلام تھے۔ ہم نے اتنی بھی آزادی حاصل نہیں کی کہ وہ قانون جو اس نے 1860ء میں اپنے غلاموں کو دبانے کے لیے بنائے تھے، اس کو ہی تبدیل کر دیں۔ اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی کہ ہم اپنے ہی قوانین بنالیں چلو اسلام سے ہٹ کر بناتے مسلمان ہی بناتے کوئی اسلام کے قریب ہی ہو جاتے۔ ہم میں وہ انگریزوں کے بنے ہوئے قوانین ہی چل رہے ہیں گویا ہمارے لیے وہی کافی ہیں۔ اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔

تمام مسائل کا حل ایک ہی ہے کہ دین کی طرف پلٹا جائے اور دین کی طرف پلٹنا یہ نہیں ہے کہ ہم سارے باہر نکل آئیں اور کہیں کہ بس پاکستان میں دین نافذ ہو جائے۔ اس کی ترتیب وہی ہوگی پہلے اس چھ فٹ کے قد پر دین نافذ کیا جائے گا۔ پہلے اپنے آپ کو ثابت کیا جائے کہ ہاں میں دین سے محبت کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوں پھر اپنے گھر پہ دین کو نافذ کیا جائے اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نکالی جائے اس کے بعد پھر باہر نکلنے کا درجہ ہے باہر نکلنے کا وقت آئے گا اس سے پہلے کوئی انسان باہر کام شروع کر دے باہر مطالبہ شروع کر دے اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں جھوٹا ہی قرار پائے گا کہ خود دین پر چل نہیں رہا اور باہر سے مطالبہ کر رہا ہے۔ اور یہ کام جلدی کرنا ہے برف تیزی سے پگھلتی چلی جا رہی ہے۔ جب 1971ء میں ہمارا ملک دولخت ہو گیا تھا اس وقت بھی لوگوں کو یقین نہیں آیا تھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے ہمارے ساتھ لیکن ہو گیا تھا۔ صرف

ملک دولخت نہیں ہوا تھا ایک لاکھ کے قریب فوجی بھی قیدی بنے تھے کتنی بے عزتی والی بات تھی۔ اس کے بعد بھی ہم نے توبہ نہیں کی۔ہم نے بہت اصلاحات کیں، دینی اصلاح کوئی نہیں کی۔دین سے ہٹ کے ہم نے کوشش کی کہ کسی طرح ہم ترقی کر جائیں لیکن یہ ملک دین کے نام پر بنا تھا دین سے ہٹ کے اس کے لیے ترقی نہیں ہے اور دین پر چلیں گے تو ان شاء اللہ ترقی ہی ترقی ہے۔آج کا یہی پیغام تھا۔

قرآن مجید بھی یہی بات کر رہا ہے یہ وہ معجزانہ کتاب ہے کہ جس میں ہمارا ذکر موجود ہے۔حدیث میں بھی یہی بات آئی تھی کہ اس میں تمہارے سے پہلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد کی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان کے جو مسائل ہیں ان کا حل اس قرآن مجید میں موجود ہے۔

قرآن مجید یہی کہہ رہا ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم:07)

''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور بہ ضرور اور دوں گا''

میں ایسا نہیں کہہ رہا کہ دین پر چلیں گے تو ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے قرآن مجید کہہ رہا ہے۔

پاکستان کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس میں دین کو نافذ کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے: لَأَزِيدَنَّكُمْ عربی کا جو صیغہ اس آیت میں استعمال فرمایا گیا ہے ل پر زبر اور ن پر شد، یہ بہت تاکید کا انداز ہے یعنی میں لازماً لازماً تمہیں زیادہ دوں گا یعنی کوئی شک والی بات نہیں ہے کہ شاید دوں شاید نہ دوں۔لازماً تمہیں دوں گا اگر تم شکر ادا کرو گے۔

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم:07)

اور اگر تم ناشکری کرو گے نہیں مانو گے تو (جان لو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

ترسیں گے اور مہنگائی بڑھے گی اس میں آپ کمی کی توقع نہ رکھیں توقع تو تب رکھیں جب ہم دین پر آئیں۔کل ایک عالم دین کے ساتھ بات ہو رہی تھی بڑی ہی سخت بات کی انہوں نے ان کے سامنے تذکرہ ہوا حالات کا شکوہ کیا گیا کہ مہنگائی بہت زیادہ ہو گئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم میں مہنگائی ہونی چاہیے ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ہے ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ توڑا ہے۔ ایسے لوگوں کو کھانے پینے کا حق نہیں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی اس طرح ناشکری کرے، ہم نے یہ پاکستان اسلام کے نام پر لیا تھا ہم نے اسلام نافذ نہیں کیا یہاں کے لوگوں کو حق نہیں ہونا چاہیے

کہ ان کو روٹی ملے، ان کو دودھ ملے اور مہنگائی ہونی چاہیے۔ غصے میں تھے بات ٹھیک تھی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے نافرمان بیٹھے ہیں وعدہ خلاف بیٹھے ہیں ہم خیانتی بیٹھے ہیں ہم نے امانت میں خیانت کی ہے۔کون امانت میں خیانت کرنے والے نوکر کو دیتا ہے؟ وعدہ خلاف، کہنا نہ ماننے، نافرمان نوکر کو تنخواہ بھی نہیں ملتی۔ابھی جو کچھ ہمیں مل رہا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مار نہیں دیا ایسا عذاب نہیں بھیج دیا جس سے ہم ہلاک ہو جاتے۔اس سے پہلے کہ وہ عذاب آ جائے جس کی دھمکی موجود ہے کہ فرمایا: اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

ہاں یہ بھی اصول قرآن مجید میں ہی بیان ہوا کہ ہم چھوٹے چھوٹے عذاب پہلے بھیجیں گے شاید کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (السجدہ:21)

ہم وہ بڑا عذاب بھیجنے سے پہلے قوموں کو ہلاک کرنے سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجیں گے شاید کہ وہ پلٹ آئیں شاید کہ ان کو عقل آ جائے۔آج ہم ان چھوٹے چھوٹے عذابوں کی زد میں ہیں،ان چھوٹے عذابوں میں سے ایک بڑا عذاب 1971ء میں ہم نے بھگتا ہمارا ملک آدھا ہو گیا اور اس کے بعد بھی اس ملک کے اندر پچھلے چار پانچ سالوں پر غور کریں تو عذاب ہی عذاب ہیں۔ چھ مہینے ہمیں بارش کی دعا مانگتے گزرتے ہیں، چھ مہینے سیلاب کو روکنے کی دعا مانگتے گزرتے ہیں۔ چھ مہینے بارش کو ترستے ہیں چھ مہینے سیلاب بھگتتے ہیں۔پچھلے دو مہینوں میں ہی ہم بھگت چکے ہیں اس بات کو۔ ہم نے نمازِ استسقاء بھی پڑھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بارش دے اور یہ دعائیں بھی مانگی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیلاب سے نجات عطا فرما، یہ عذاب ہم سے ٹل جائے۔ یہ چھوٹے چھوٹے عذاب جھنجوڑنے کے لیے ہیں کہ شاید ہم جاگ جائیں،شاید ہمیں عقل آ جائے۔

آخری بات جو آپ سے کرنے لگا ہوں اس کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پاکستانی قوم کا محتاج نہیں ہے کہ ہم دین کا کام کریں گے تو دین کا کام آگے بڑھے گا ہم بیٹھے ہیں تو دین کا کام بھی رکا ہوا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ قوم کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قومِ پاکستان کو بھی ڈھیل دی ہوئی ہے۔ وہ جب چاہیے ہمیں ہٹا کر اور کوئی قوم لے آئے اور اس سے دین کا کام کروالے۔ابھی نہیں پتا کتنے سالوں کی مہلت ہے (باقی برصفحہ 34)

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰن

آیات 102 تا 109

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو!

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے

جتنا حق ہے اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کا اتنا تقویٰ اختیار کرو۔ جب بھی کوئی آیت اُترتی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر فوری عمل کرتے تھے اس آیت کے اترنے پر گویا ان پر لرزہ طاری ہوگیا کہ اللہ سے تقویٰ کا حق کون ادا کرسکتا ہے؟ ہم تو سوتے بھی ہیں غافل بھی ہوجاتے ہیں اور ضروریات زندگی بھی ہیں تو اللہ کے تقویٰ کا کیسے حق ادا ہوگا؟ اس پر وہ آیت اتری جو سورۃ التغابن میں ہے ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ تم اللہ سے ڈرو جتنا تمہارے اندر استطاعت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا تمہارے بس میں ہے اتنا تقویٰ اختیار کرو تو تمہاری طرف سے حق ادا ہوجائے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ کی نافرمانی سے بچو جتنا تم بچ سکتے ہو۔

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو

سورۂ بقرہ آیت 132 میں بھی اسی طرح کے الفاظ آئے ہیں۔ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے اللہ کے ہاں تو مقرر ہے لیکن ہم میں سے تو کسی کو معلوم نہیں ہے کہ اس کی موت کب آئے گی۔ لہٰذا

اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی موت حالت اسلام اور اللہ کی فرمانبرداری میں آئے تو اس کو ہمہ تن اور ہمہ وقت اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرنی چاہیے، مبادا کہ وہ کوئی نافرمانی کا کام کر رہا ہو اور اسی وقت موت آجائے اور وہ پھر اللہ کی نافرمانی والی موت شمار ہو جائے گی۔ اگر اس آیت کا حق ادا کرنا ہے تو آدمی کو ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہنی چاہیے کہ کہیں اللہ کی کوئی نافرمانی نہ ہو جائے، کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو جلدی سے توبہ کر لے اور رجوع کر لے۔

اس رکوع کی ان تین ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو خطاب کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے لیے گویا ایک سہ نکاتی لائحہ عمل ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری یہ ذمہ داریاں ہیں جو تمہیں ادا کرنی ہیں: پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہر شخص اپنی زندگی میں اپنی امکانی حد تک یعنی جتنا اس کے بس میں ہے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، اللہ کی فرمانبرداری اور تابعداری اختیار کرے۔ دوسری بات ہے

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا — اور تم سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو

اور اللہ کی رسّی کیا ہے؟ قرآن مجید۔ تم انفرادی طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کر لو اور اگر ایک جمعیت بنی ہے تو جمعیت نظریات کی بنیاد پر بنتی ہے، ہم مقصد لوگ ہوں تو وہ ایک جمعیت بنتی ہے۔ لوگ ہم مقصد کیسے ہوں گے؟ اگر سب لوگ اللہ کی رسی یعنی قرآن کو تھام لیں تبھی وہ کوئی جمعیت بن سکتی ہے وحدت اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے ایک نظم وجود میں آسکتا ہے ایک پارٹی بن سکتی ہے یا قرآن مجید کی اصطلاح میں حزب اللہ وجود میں آسکتی ہے۔ سب مل کر قرآن کو تھام لو یعنی قرآن کو بنیاد بناؤ جمع ہونے کی۔ جَمِيْعًا کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں: ’’تم سب مل کر قرآن کو پکڑ لو‘‘ یا ’’تم سارے قرآن کو پکڑ لو‘‘۔ تم سب مل کر پورے قرآن کو پکڑ لو۔

وَّلَا تَفَرَّقُوْا — اور فرقوں میں مت بٹ جاؤ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ — اور یاد کرو اللہ کا احسان جو اس نے تم پر کیا ہے

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً — جب تم آپس میں دشمن تھے

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ — پھر اللہ نے تمہارے درمیان محبت پیدا کر دی

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا — پھر تم اللہ کے اس احسان کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے

وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ — اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے

یعنی اس میں گر پڑنے والے تھے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اللہ تعالیٰ اسی طریقے پر اپنی آیات واضح کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ

سیدھے راستے پر آ جاؤ۔ اس آیت کے سب سے بڑے مصداق انصارِ مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے، ان کے درمیان سو سال سے ایک جنگ (جنگ بعاث) چل رہی تھی۔ یہ دونوں قبیلے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کردی اور وہ بھائی بھائی ہو گئے۔ اور بھی مثالیں ہو سکتی ہیں لیکن یہ سب سے بڑی مثال ہے جو اس آیت کا مصداق ہے کہ ایمان کے نتیجے میں اور قرآن کو مضبوطی سے تھامنے کے نتیجے میں اور نظریات کی ہم آہنگی ہو تو اللہ تعالیٰ دلوں کو بھی آپس میں جوڑ دیتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے کرنے کے جو کام یہاں بیان ہو رہے ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے کہ ہر شخص اپنی انفرادی زندگی میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، دوسرا یہ کہ اجتماعی طور پر سب قرآن کو تھام لو، قرآن کی دعوت دو، قرآن کی طرف بلاؤ اور ایک حزب اللہ وجود میں آ جائے اور تیسرا کام یہ ہے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو

ویسے کہنے کو تو سب لوگ کلمہ گو ہیں لیکن ان میں سے کچھ ہم مقصد لوگ جمع ہونے چاہئیں جنہیں شعور ہو احساس ہو کہ ہم مسلمان ہیں تو ہمارا مقصد وجود کیا ہے؟ امت مسلمہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیے؟ کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں کہ جو یہ کام کریں جن کا آگے ذکر آ رہا ہے۔ وہ امت کیا کرے؟ پہلا کام یہ ہے کہ

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ جو خیر کی طرف بلائے

وہ اُمت لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ خیر سے مراد قرآن مجید بھی ہے۔

وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اور نیکی کا حکم دے

نیکی کا مشورہ دے، نیکی کو پھیلائے، اس کے لیے کوشش کرے۔

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منکر سے روکے

منکر سے روکنے کے بارے میں ایک حدیث میں تین درجے بتائے گئے ہیں۔فرمایا

مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ،

جوکوئی تم میں کسی برائی کودیکھے اسے چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے

اگر اس کا اختیار ہے اور وہ ہاتھ سے روکنے کی استطاعت رکھتا ہے تو ہاتھ سے اس برائی کو روکے

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ

اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہیں ہے تو اپنی زبان سے اس برائی کو روکے

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ،

اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا جانے۔

اگر زبان پر پہرے بٹھا دیے گئے ہیں کہ بول بھی نہیں سکتے تو کم از کم دل میں اس کو برا جانے اور خود اس برائی میں ملوث نہ ہو۔

وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ہر انسان کے لیے ان تینوں میں سے کوئی ایک درجہ مقرر نہیں ہے بلکہ انسان کی جو بھی مختلف walk of life ہیں اس میں انسان کی حیثیت بدلتی رہتی ہے۔ایک آدمی جو دفتر میں کوئی چپڑاسی قسم کی پوسٹ پر ہے اس کا وہاں بس نہیں چل سکتا اور جو کچھ بھی رشوت کے معاملات وہاں چل رہے ہیں وہ ان کو اپنے ہاتھ یا زبان سے نہیں روک سکتا۔لہٰذا اگر وہ رشوت کے اس نظام کو دل سے بھی برا جانے گا اور خود اس میں ملوث نہیں ہوگا تو شاید اس کا حق ادا ہو جائے۔اور اگر کوئی اعلیٰ عہدیدار ہے یا اپنی قوم کا چودھری ہے تو اس کی ذمہ داری بنے گی کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھ سے روکے یا زبان سے روکے۔اسی طرح جو دفتر میں چپڑاسی ہے اگر وہ اپنے گھر کا سربراہ ہے تو گھر میں اس کی ذمہ داری ہے کہ برائی کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ہر شخص کو جاننا چاہیے کہ اس حدیث کی رو سے اس کی کیا ذمہ داری بنتی ہے اگر اس پر عمل کریں گے تو اس کا حق ادا ہوگا۔تو تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو یہ تین کام کرے خیر کی طرف بلانا، نیکی کو پھیلانا اور برائی سے روکنا۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ اور یہی ہیں جو فلاح پائیں گے

دنیا میں اگر غلبہ ہوگا تو اسی پارٹی میں جو لوگ شریک ہوں گے انہی کو غلبہ حاصل ہوگا۔
یہ تو نہیں ہے کہ نیکی کی محنت یہ کرر ہے ہوں اور برائی سے یہ منع کرر ہے ہوں اور اللہ تعالیٰ دنیا میں کہیں سے کچھ اور لوگوں کو لا کر خلافت پر سرفراز کر دے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ انہی کو دنیا میں بھی غلبہ عطا فرمائے گا اور آخرت میں تو کامیابی ہے ہی ان کی۔ گویا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں گے فلاح پائیں گے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا — اور مت ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو فرقے فرقے ہو گئے

وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ — اور اختلاف میں پڑ گئے اس کے بعد کہ ان پاس بینات آ چکی تھیں

وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ — اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ — جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے

یہ جو عمل اور کردار کا اختلاف ہے یہ دنیا میں اتنا نمایاں نہیں ہوتا یہ قیامت کے دن زیادہ نمایاں ہو جائے گا کہ اس دن کچھ چہرے بالکل سفید اور روشن ہوں گے اور کچھ چہرے مرجھائے ہوئے اور بالکل سیاہ ہوں گے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ — تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا)

أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ — تمہی کافر ہو گئے تھے ایمان کے بعد

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ — تو اب چکھو عذاب کا مزہ، بدلہ میں اس کے کہ تم کفر کرتے تھے

اب تم اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتو

وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ — اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے

فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ — وہ لوگ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ — یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا

رہے ہیں

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اور اللہ ظلم نہیں کرنا چاہتا عالمین پر (اپنی مخلوق پر)

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ اور اللہ ہی کی طرف رجوع ہے ہر کام کا

یعنی تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

آیات 110 تا 120

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تم بہترین اُمت ہو

اس آیت کے ہم وزن آیت بھی سورۂ بقرہ میں دوسرے پارے کے آغاز میں ہم پڑھ چکے ہیں ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ (البقرہ:143) ’’اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے‘‘۔ اُمت وسط کے معنی بہترین اُمت۔ اور یہاں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ: ’’تم بہترین امت ہو‘‘۔

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے

دنیا جیتی ہے اپنے لیے اور مسلمانو! تم اللہ کے نمائندے ہو، تم دوسروں کے لیے جیتے ہو۔ علامہ اقبال نے شکوہ نظم میں جو کہا ہے کہ ؏ ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے یہ واقعتاً صحیح ہے کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد تو اللہ کے احکام دنیا تک پہنچانا ہے۔ ہم اپنے لیے زندہ نہیں ہیں، ہم تو دوسروں کے لیے زندہ ہیں۔ دنیا میں دیگر قومیں اپنے لیے زندہ ہیں ان کی ساری محنت اپنے معیارِ زندگی کو بلند کرنا اور قومی اور اقتصادی ترقی ہے۔ دنیا میں جاپان ہے امریکہ ہے برطانیہ ہے فرانس ہے جرمنی ہے ان کی زندگی کا مقصد اپنی قومی ترقی ہے لیکن مسلمان کا مقصد کسی خاص علاقے کے لوگوں کی ترقی یا GDP کو بڑھا لینا اور قومی سطح پر کسی چیز کو اوپر لے جانا یا industry revolution کر لینا، نہیں ہے۔ مسلمان تو اللہ کے نمائندے ہیں، اللہ کی ہدایت کے custodian ہیں، اللہ کے احکام کو دوسروں تک پہنچانا یہ ان کی بنیادی ذمہ داری ہے، اس کا ایک نمونہ پیش کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ فرمایا: تم ایک بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا

کیا گیا ہے۔

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور برائی سے روکتے ہو

یہ تمہارا کام ہے کہ تم نیکی پھیلاتے ہو اور برائی سے رُکتے اور روکتے ہو

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اور تم اللہ پر ایمان لاتے ہو

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آئیں تو ان کے لیے یقیناً بہتر ہے

اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم اہل کتاب کو بھی یہی کہو

مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ ان (اہل کتاب) میں کچھ ایمان والے بھی ہیں

یہاں بھی قرآن مجید تسلیم کر رہا ہے کہ اہل کتاب میں سے اچھے لوگ بھی ہیں جو خلوص کے ساتھ اپنے دین پر ہیں اگر ان تک اسلام کی بات پہنچ جائے تو وہ لازماً ایمان لے آئیں گے۔

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اور ان میں زیادہ تر نافرمان ہیں

اور یہ بات بھی ہے کہ ان کی اکثریت فساق و فجار اور ناہنجار لوگوں پر مشتمل ہے۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سوائے تھوڑی بہت تکلیف پہنچانے کے کچھ irritation ہو گی لیکن تمہارا بگاڑ کچھ نہیں سکتے۔

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ اور اگر یہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر دیں گے

تم سے میدان میں لڑ نہیں سکتے، وہ تمہارے مقابلے میں ٹک نہیں سکتے

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ پھر ان کی کوئی مدد بھی نہیں ہو گی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا ان پر ذلت تھونپ دی گئی ہے جہاں کہیں بھی دنیا میں جائیں گے

اسی طرح کا مفہوم کی سورۂ بقرہ کی آیت 61 میں بھی بیان ہوا ہے۔

اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ مگر اللہ کی طرف سے کوئی تائید ہو جائے اور لوگوں کی طرف سے کوئی تائید ہو جائے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر جو ذلت تھوپی گئی تھی یہ ان پر 70 عیسوی سے لے کر 1917ء تک طاری رہی۔ 1917ء کے بعد اب کچھ exceptional cases ہیں جن کو حَبْلٍ مِنَ اللّٰه کہا جا رہا ہے گویا اللہ کی طرف سے انھیں کوئی خاص exception مل جائے۔ انہیں اسرائیل میں جمع ہونے کی اجازت مل گئی پھر اسرائیل کا قیام ہوگیا اب اسرائیل بھی پر پرزے نکال رہا ہے، ساری عرب ریاستیں ان کے ماتحت ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ اللہ کی مشیت ہے۔ تفصیل تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تو فرمایا کہ ان پر ذلت تھوپی گئی ہے مگر ان پر درمیان میں کوئی ایسا وقت آئے گا کہ اللہ کی طرف سے ان کو تائید مل جائے گی یا لوگوں کی طرف سے تائید مل جائے گی۔ اس وقت ان کو لوگوں میں سے امریکہ کی تائید حاصل ہے اگر اس کا دست شفقت اسرائیل پر نہ ہوتا تو آج سے چند سال پہلے جو صورت حال تھی اس میں عرب اسرائیل سے گلوخلاصی کرا لیتے۔ اب تو حالات بہت بدل گئے ہیں۔

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ — اور انہوں نے اللہ کا غضب کمایا ہے

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ — اور ان پر مسکینی اور حاجت مندی طاری کی گئی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ — یہ (سزا) اس وجہ سے ہوئی کہ وہ اللہ کی آیات کا کفر کرتے تھے

یہ جو اللہ کی آیات کا انکار ہے اس کا نتیجہ تو مسکنت ہے۔ ہم مسلمان بھی عملی طور پر اللہ کے دین پر نہیں چل رہے گویا عملاً انکار کر رہے ہیں۔ آج دنیا میں مسلمانوں پر جو مسکنت اور محتاجی طاری ہے وہ اسی کا نتیجہ ہے۔

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ — اور وہ انبیاء کو بلا جواز قتل کر دیا کرتے تھے

یہ ان کا ایک اور بہت بڑا جرم تھا جو وہ کرتے تھے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ — یہ اس واسطے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے نکل جاتے تھے

لَيْسُوْا سَوَآءً — سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ — اہل کتاب میں ایسا بھی

ایک گروہ ہے جو اپنی کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے راتوں کے وقت

وَ هُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اور وہ (اللہ کے سامنے) سجدے ریز ہوتا ہے

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وہ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر

وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں

وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ اور وہ بھلائی کے کاموں میں سبقت کی کوشش کرتے ہیں

وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں

وَ مَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ اور وہ جو بھی نیک کام کریں گے اس کی ہرگز ناقدری نہیں ہوگی

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اور اللہ تعالیٰ ایسے پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے

اہل کتاب میں ان صفات کے حامل اچھے لوگ بھی موجود ہیں جن کو اگر حق کی دعوت پہنچے گی تو وہ اس کو قبول کرلیں گے۔ لیکن ایسے اچھے لوگ اُس وقت تک موجود تھے اب چودہ سو سال بعد ان میں وہ لوگ تقریباً ناپید ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ان کے مال اور اولاد ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے

قیامت کے دن ان کو نہیں بچائیں گے۔ جس مال و اولاد کی حفاظت کے لیے وہ کفر کر رہے ہیں اور اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے ان کو نہیں بچائیں گے۔

وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ یہی لوگ آگ والے ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اس دنیاوی زندگی میں اس کی مثال ایسے ہے

كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ جیسے ایک ہوا ہو جس میں بڑی ٹھنڈک ہو

جیسے سائبیرین اور قندھاری ہوا چلتی ہے

اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ جا پڑے کسی ایسی قوم کی کھیتی پر جنھوں نے اپنے آپ پر ظلم کر رکھا ہے

فَاَهْلَكَتْهُ پھر اس کو نابود کر دے

اس کی ساری فصل تباہ کر دے۔ تو جن لوگوں کا اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں ہے وہ بظاہر نیکی کے کاموں میں جو مال خرچ کرتے ہیں اس کا ان کو کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ وہ دنیا میں سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ شئے خرچ کر رہے ہیں لیکن آخرت میں ان کو کچھ حصہ ملنے والا نہیں ہے۔

وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا

وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾ لیکن اپنے اوپر خود ہی انہوں نے ظلم کیا ہے

اگر وہ اللہ اور رسول پر ایمان لاتے قرآن کو تسلیم کرتے پھر خرچ کرتے تو آخرت میں یقیناً حصہ پاتے۔ اگر اس ایمان کے بغیر خرچ کر رہے ہیں تو اس کا کوئی اور مقصد ہو سکتا ہے جو شاید حاصل ہو جائے، چونکہ آخرت کا انھیں یقین نہیں ہے لہٰذا آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ تم کسی کو بھیدی نہ بناؤ اپنے لوگوں کے سوا

یعنی اپنے جو اہل ایمان ہیں ان کے سوا کسی کو بھیدی نہ بناؤ۔ یہودیوں کا ذکر چل رہا ہے تو مراد یہ ہے کہ ان اہل کتاب کو اپنا بھیدی نہ بناؤ۔

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا یہ تمہاری خرابی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے

تمہارے نقصان کا کوئی موقع انہیں مل جائے تو وہ اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور ہر وقت تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ وہ خوش ہوتے ہیں اگر کوئی تمہیں تکلیف پہنچتی ہے

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ان کی دشمنی ان کی زبانوں سے ظاہر ہو رہی ہے

ان کے دلوں میں تمہاری جو دشمنی ہے وہ ان کے گفتگو کے انداز سے بھی جھلک رہی ہے۔

وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو اس سے کہیں

زیادہ ہے

ان کے دلوں میں تمہارے لیے جو نفرت اور دشمنی ہے وہ تو ان کی زبانوں سے ظاہر ہونے والی دشمنی سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ہم نے تمہیں یہ باتیں بتادی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو

هٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ سن لو! تم تو انہیں (اہل کتاب کو) دوست بناتے ہو

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ حالانکہ وہ تمہیں دوست نہیں بناتے (وہ تم سے محبت نہیں رکھتے)

وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو

تم ان کی کتاب تورات پر اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ تم پھر بھی انہیں محبت کی نظر سے دیکھتے ہو وہ تمہارے لیے اپنے دل میں کوئی محبت نہیں رکھتے۔

وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا اور (ان کا حال یہ ہے کہ) وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے

یعنی ہم تمہارے ساتھ ہیں

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے اپنی انگلیاں دانتوں سے چباتے ہیں

جب کہیں اپنی محفلوں میں جاتے ہیں تو کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں اپنے پوروں کو غصے کی حالت میں۔

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیں اتنا ہی غصہ ہے تو مرجاؤ

یعنی اس غصے میں مرجانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے اس لیے کہ غصہ کر کے دنیا میں اور گناہ کماؤ گے اس کا وبال پھر تمہیں قیامت کے دن بھگتنا پڑے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ بے شک لوگوں کے سینوں میں چھپی باتیں اللہ کو خوب معلوم ہیں

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ مسلمانو! اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے وہ ان اہل کتاب کو

بری لگتی ہے

اور انہیں میں منافقین بھی شامل ہیں کہ جب مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو ان کو بری لگتی ہے کہ ہائے افسوس یہ کیوں ہو گیا۔

وَ اِنۡ تُصِبۡکُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّفۡرَحُوۡا بِہَا — اور مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اس پر یہ بڑے خوش ہوتے ہیں

کہ ہم نہیں کہتے تھے ایسا مت کرو، یوں باہر نہ نکلا کرو اور دشمنوں سے مقابلہ نہ کیا کرو۔

وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا — اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو

لَا یَضُرُّکُمۡ کَیۡدُہُمۡ شَیۡئًا — تو ان کے فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ — وہ جو کچھ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

اللہ کی طاقت ان سے زیادہ ہے۔

بقیہ از ...... دوبارہ تحریک پاکستان شروع کی جائے

ایک سال کی ہے پانچ سال کی ہے دس سال کی ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جس طرح انسان کو اپنی موت کا نہیں پتا اسی طرح بطورِ قوم انسان کو مہلت کا نہیں پتا۔ یہی نصیحت ہوتی ہے کہ انسان کو ہر وقت توبہ کرتے رہنا چاہیے ابھی اسی وقت توبہ کرنی چاہیے کیا پتا اگلے لمحے موت آجائے۔ تو بطورِ قوم ہمیں اپنا قبلہ درست کر لینا چاہیے اور اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے کیا پتا کہ کب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت قومِ پاکستان کے لیے ختم ہو جائے اور پھر وہ عذابِ اکبر بھی آجائے جس کا انجام صرف موت ہی موت ہے۔ یہ عذاب تو اس کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں صحیح فکر صحیح توجہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سچی توبہ کر کے دین کے معاملے میں آگے سے آگے بڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

سائنس اور مذہب میں مقاربت و مغایرت

فصل دوم: حیاتیاتی قوانین کا تجزیاتی مطالعہ

انجینئر ڈاکٹر فیضان حسن
(پی ایچ ڈی ، فیصل آباد)

(ب) روحِ انسانی

1 روح کے متعلق مفکرین کی آراء

روح کی حقیقت کے متعلق بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں یعنی اس کی ماہیّت کیا ہے؟ متغیّر ہے یا غیر متغیّر؟ قدیم ہے یا حادث؟ مجرّد ہے یا مادی؟ بسیط ہے یا مرکّب؟ اِسی طرح روح کا ٹھکانہ کیا ہے؟ ان تمام تر سوالات کے متعلق مختلف مفکرین نے اپنی آرا سے اس تشنگی کو دور کیا۔

روح کے متعلق مختلف مفکرین کی آرا کا جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ ابوالہیثم نے سانس (تنفس) کو ہی روح قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک:

''انسان روح کی بدولت سانس لیتا ہے۔ روح انسان کے سارے جسم میں جاری و ساری ہے۔ جب روح نکل جاتی ہے تو سانس بھی ختم ہو جاتا ہے اور سانس کے ختم ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔''

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ

''انسان کے لیے دو نفس ہوتے ہیں: ایک نفس العقل یا نفس التمیّز ہے، جو نیند کے عالم میں انسان سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا نفس الروح یا نفس الحیاۃ ہے، جس

کے نکل جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔‘‘

بعض کا یہ خیال بھی ہے کہ روح اور بدن میں جبلی عشق کا سا تعلق ہے اور عرصہ دراز تک مصاحبت کی وجہ سے محبت والفت قائم ہو جاتی ہے اور جدائی اور مفارقت ناگوار بھی محسوس ہوتی ہے اور حسرت ناک بھی اور یہی وجہ ہے کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ و بصر اس کا تعاقب کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روح بدن کو حیات بخشتی ہے، روح ہی سے عقل ثابت ہوتی ہے اور روح ہی سے محبت قائم ہے۔ اگر روح نہ ہوتی تو عقل معطل و بیکار ہو کر رہ جاتی۔

۳۔ اِمام رازی رحمہ اللہ کے مطابق:

’’روح کو حادث قرار دیا ہے۔ روح کا وجود اللہ تعالیٰ کے فضل (امر) سے ظہور میں آیا ہے۔ اللہ اس کا پیدا کرنے والا اور خالق ہے۔ روح ابتدائے فطرت میں علوم سے خالی ہوتی ہے اور اس کو معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد روح کو علوم و معارف حاصل ہوتے جاتے ہیں۔ روح ایک حالت سے دوسری حالت میں اور حد نقصان سے بجانب کمال تغیر و تبدل کرتی رہتی ہے اور یہ تغیر و تبدل حادث ہونے کی علامت ہے۔ البتہ روح کی ماہیت اور حقیقت سے مخلوق واقف نہیں ہے۔‘‘

۴۔ اِمام سہیلی رحمہ اللہ کے مطابق:

’’روح جسم میں مثل ہوا جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے۔ جیسا کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور فرشتہ جو روح ماں کے پیٹ میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جسم کی مدد سے اچھی اور بری صفات اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے۔ مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ مثلاً انگور جدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ پانی اب جس صورت میں آیا اب اسے اصل پانی نہیں کہا جا سکتا اِسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا۔ یہ کہنا بھی بطور انجام کو پہنچانے کے ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ اتصال سے مرکب

ہے۔پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے‘‘۔

۵۔ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کے مطابق:

’’نفس انسانی وہ چیز ہے جس کی طرف ہر شخص ’میں‘، یا ’ہم‘ سے اِشارہ کرتا ہے اور اکثر فلاسفہ نے روح اور نفس میں فرق نہیں کیا۔انھوں نے کہا ہے کہ نفس لطیف بخاری جوہر ہے جو حیات، حس و حرکت ارادیہ کی قوت کا حامل ہے۔ وہ اس کا نام روح حیوانی رکھتے ہیں اور یہ نفس ناطقہ اور بدن کے درمیان واسطہ ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ روح خون ہے اور اس کی تعریف میں ستر قول ذکر کیے گئے ہیں۔اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح اور عین نفس ایک ہی چیز ہیں یا نہیں؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ روح اور نفس متغایر ہیں‘‘۔

٦۔ روح کے بارے میں ابن سینا نے بڑی طویل بحث کی ہے۔عملی نفسیات سے اصولی نفسیات کا رخ کرتے ہوئے وہ اس کا سلسلہ تصوف سے ملا دیتا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ:

’’نفس (روح) مادے کی نہیں بلکہ صورت کی ایک نوع ہے۔روح کا کمال اول جسم کا کمال ہے۔اس حالت میں اس کے ’کیا ہونے‘ سے نہیں، بلکہ ’کیا کرنے‘ سے بحث کرتے ہیں۔ابنِ سینا کا کہنا ہے کہ روح دراصل ایک ’معنوی جوہر‘ ہے اور اس کے ثبوت کا ایک راستہ تو یہ ہے کہ جن قدماء نے روح کا تصور بطور جسم کے کیا ہے، کیا ان کی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ اس کے غیر جسمانی ہونے پر یہی دلائل قائم کیے جائیں۔مثلاً یہ کہ اگر روح جسم سے الگ ہوکر اپنے آپ کو جان سکتی ہے، یا بدن کی موجودگی سے پہلے بھی اپنے وجود کی تصدیق کر سکتی ہے تو یہی ماننا پڑے گا کہ وہ ایک معنوی جوہر ہے۔ روح سے ہی بدن کی تکوین اور تکمیل ہوتی ہے۔اسی سے بدن کا وجود ہے اور اسی سے اس کی فعالیت قائم ہے۔‘‘

مگر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ روح ایک معنوی جوہر ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہے۔کیا وہ کوئی صورت مادی ہے؟ مادی عقل تو صور معقولہ کا ادراک کر سکتی ہے لیکن روح بلا کسی واسطے کے اپنے آپ کو پہچانتی ہے۔ ایسے ہی روح کے ملکات ہیں کہ ماسوائے عقل انھیں ایک دوسرے کو پہچاننے کی قدرت نہیں۔مثلاً احساس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اپنے آپ کا ادراک

کر سکے۔البتہ عقل خود ہی اپنے آپ کو سوچتی اور سمجھتی ہے۔اگر کسی آلے کو دیکھے تو وہ ایک خاص حد تک ہی کام دے گا اسکے بعد بے کار ہو جائے گا۔مگر عقل کے بارے میں تو ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ جس کے اعضا میں چالیس سال کے بعد انحطاط شروع ہو جاتا ہے لیکن یہ وہ عمر ہے کہ جس میں معقولات کے ادراک کی قوت اور زیادہ پختہ ہونے لگتی ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ نفس ناطقہ مادے سے الگ ایک جوہر ہے، مادی صورت نہیں۔ ہاں اگر وہ کوئی صورت مادی نہیں، نہ کسی آلے یا وسیلے کی محتاج ہے تو روح کو جسم کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟اس لیے کہ جسم سے پہلے روح کا کوئی اپنا انفرادی وجود تو تھا نہیں۔اس نے جسم پیدا کیا تو مختص ہو کر انفرادیت حاصل کر لی۔لیکن اگر روح اور جسم کے درمیان یہی ایک رابطہ ہے اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ جسم سے پہلے اس کا کوئی انفرادی وجود نہیں تھا تو موت کے بعد اس کے وجود اور دوام پر کیا حجت قائم کی جا سکتی ہے؟ یہ کہ روح کسی حالت میں بھی جسم کے تابع نہیں، نہ اس سے پہلے، نہ اس کے ساتھ، نہ اس کے بعد۔مزید یہ کہ وہ ایک جوہر ہے جس میں فنا اور بقا کے دو مبہم اور متضاد تصور جمع نہیں ہو سکتے۔

۸۔ علامہ میر سید شریف جرجانی کے مطابق:

''روح انسانی ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کو علم اور ادراک ہوتا ہے اور وہ روح حیوانی پر سوار ہوتی ہے۔وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے۔عقلیں اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں اور یہ روح کبھی بدن سے مجرد ہوتی ہے اور کبھی بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے۔''

۹۔ علامہ طاہر پٹنی کے نزدیک:

''جمہور کے نزدیک روح کا معنی معلوم ہے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ خون ہے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ جسم لطیف ہے اور ظاہری جسم کی طرح اس کے بھی اعضا ہیں۔ اشعری نے کہا کہ وہ سانس ہے جو آرہا ہے اور جارہا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ وہ حیات ہے''۔

۱۰۔ امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک:

حجۃ الاسلام امام غزالی نے روح کے معنی پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اطباء کے

نزدیک روح کی تعریف یہ ہے کہ

”روح ایک جسم لطیف ہے، جس کا منبع تجویف قلب ہے جو بدن میں پھیلی ہوئی رگ وریشہ کے ذریعے جسم کے ہر جز میں سرایت کر جاتا ہے۔“

علماء حقیقت کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ

هو اللطيفة العالمة المدركة من الانسان ...... وهو الذى أراده الله تعالى بقوله "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ" وهو أمر عجيب ربانى تعجز أكثر العقول والأفهام عن درك حقيقته

”یعنی یہ ایک لطیفہ ہے جو علم اور ادراک کی صلاحیت رکھتا ہے اسی کے متعلق اس آیت میں اشارہ ہے:"قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ" اور یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک عجیب راز ہے جس کی حقیقت کو سمجھنے سے بیشتر عقلیں قاصر ہیں۔“

”روح وہ جوہر ہے جو حادث ہے، قائم بنفسہ ہے اور وہ کسی جگہ میں نہیں ہے۔ وہ نہ جسم میں داخل ہے، نہ جسم سے خارج اور نہ جسم سے متصل ہے اور نہ جسم سے منفصل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح عرض ہے اور ایک قول یہ ہے کہ روح جسم کی صورت کی موافق ہے۔ اس کی دو آنکھیں ہیں، دو کان ہیں، دو ہاتھ ہیں اور دو پیر ہیں اور وہ صورت جسم میں شکل ہے۔ اس طرح اس کا ہر جز عضو کے مقابل ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے، جس کا جسم میں اس طرح حلول ہے کہ جس طرح گلاب کے پانی کا گلاب میں حلول ہوتا ہے اور آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے۔“

2 اقسامِ روح:

علمی اعتبار سے روح کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حیوانی　　۲۔ طبیعی　　۳۔ نفسانی

حیوانی روح کا مرکز قلب ہے۔ طبیعی روح کا مرکز خون ہے۔ اور نفسانی روح کا محل دماغ ہے۔ حیوانی روح تمام اعضاء تک شریانوں (عروق وضوارب) کے ذریعے پہنچتی ہے۔

طبیعی روح بدن کے اطراف تک وردوں کے ذریعے پہنچتی ہے اور نفسانی روح سر سے پاؤں تک اعصاب کے ذریعے کارفرما ہوتی ہے۔ حیوانی روح سے حیات وراحت وابستہ ہے۔ طبیعی روح سے قوت وقدرت میسر آتی ہے اور نفسانی روح باعثِ حس وحرکت ہے۔ زندگی وحیات، راحت وآرام، قوت وقدرت، فہم وفکر، علم ومعرفت، عقل ودانش، نطق وفصاحت اور سمع وبصر، سب کا انحصار اور دارومدار روح پر ہے اور روح کی حقیقت کے بارے میں صرف یہی حتمی بات کہی جاسکتی ہے کہ روح ایک امر ربی ہے۔

3 روح کے متعلق تجزیاتی مطالعہ از روئے قرآن

1۔ روح نور کی تخلیق ہے:

روح چونکہ امر ربی ہے۔ لہٰذا اس کا تعلق مرکز نور سے ہے جیسا کہ فرشتوں کا۔ روح کی تخلیق اللہ کے نور سے ہے، جس کی وجہ سے انسان کے اندر زندگی ہے، قوت ہے۔ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا جسم جو زمین کا خمیر ہے زمین میں رہ جاتا ہے اور روح جو نور کی تخلیق ہے، وہ مرکز نور یعنی اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ روح کو زوال نہیں کیونکہ یہ امر ربی ہے۔ نور کی تخلیق ہے۔

آیات ملاحظہ ہوں:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا O (بنی اسرائیل:85)

’’اورتم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے‘‘۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ O (الحجر:28-29)

’’اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے

میں گر جانا"

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍO ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ O ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ O (السجدہ:07-09)

"وہ ذات جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی) اس کو پیدا کیا۔اورانسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی پھر اس کو درست کیا پھر اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو"۔

2۔ روح عالم برزخ میں ٹھہرائی جاتی ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ O لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىٕلُهَا وَ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ O (المومنون:99-100)

"(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر (دنیا میں) واپس بھیج دے تا کہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا) اور اس کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے، (رہیں گے)"۔

3۔ انسان دوبارہ زندہ ہوگا:

كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ O (البقرۃ:28)

"(کافرو!) تم خدا سے کیوں کر منکر ہو سکتے ہو اس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس

نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاگے"۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا O أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا O (مریم:66-67)

"اور (کافر) انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ کیا (ایسا) انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اس کو پہلے بھی پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی چیز نہ تھا"۔

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ O بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ O (القیامہ:3-4)

"کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں"۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ O وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ O وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ طفَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ O تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ O (الواقعہ:83-87)

"بھلا جب روح گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت کی (حالت کو) دیکھا کرتے ہو اور ہم اس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو تو اگر سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے؟"

4 روح کا مرکز دل ہے:

انسان کے جسم میں روح کا مرکز اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی آنکھوں کی خیانت تک کو بھی جانتا ہے۔ چونکہ خیانت کا تعلق دل سے ہے۔ اس لئے روح کا مرکز دل ہے۔ آیات درج ذیل ہیں:

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَ مَا تُخۡفِي الصُّدُوۡرُ O (غافر:19)

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)''

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ (الرعد:10)

''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے''۔

5 شہید کی روح-- شہید زندہ ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب انسان کے جسم سے روح مکمل طور پر نکل جاتی ہے تو انسان مردہ کہلاتا ہے۔اس کی روح عالم برزخ میں ٹھہرائی جاتی ہے یعنی وہ وہاں مقید کی جاتی ہے۔

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ O (البقرۃ:154)

''اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے''

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ O (آل عمران:169)

''جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عام آدمی کی روح اور شہید کی روح میں فرق یہ ہے کہ عام آدمی کی روح عالم برزخ میں مقید کی جاتی ہے جبکہ شہید کی روح مقید نہیں کی جاتی بلکہ وہ آزادانہ طور پر کائنات میں چلتی پھرتی ہے۔مگر اس کا تعلق ہر وقت شہید کے جسم کے ساتھ رہتا ہے۔روح چونکہ نور ہے۔لہٰذا اس نور کی کرن شہید کے جسم سے منسلک رہتی ہے جس سے اس کا جسم خراب نہیں ہوتا بلکہ اس میں خون کی گردش بھی جاری رہتی ہے خون منجمد نہیں ہوتا اور اس کے جسم کی نشونما ہوتی ہے،

اس کے جسم کے بال بھی بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح سے ہے کہ جب انسان نیند میں ہو تو نفس جسم سے نکل کر آزادانہ طور پر کائنات میں پھرتا ہے مگر روح جسم میں ہی رہتی ہے، لہٰذا وہ زندہ رہتا ہے۔ نیند میں اللہ تعالیٰ نفس کو قبض کر لیتا ہے اور روح کو چھوڑ دیتا ہے۔ جب اللہ روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرے تو وہ روح کو قبض کر لیتا ہے اور انسان مرجاتا ہے۔ (جاری ہے)

مصادر و مراجع

1۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور،

2۔ ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفدا، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ج3 ص77

3۔ عینی، بدرالدین، حنفی، علامہ، عمدۃ القاری، مطبع میمنہ، مصر، ج7 ص203

4۔ منظر، حفیظ اللہ، اسلام کے عظیم سائنس دان، مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ لاہور،

5۔ جرجانی، میر سید شریف، علامہ، التعریفات، دارالفکر، بیروت، ص82

6۔ پٹنی، محمد طاہر، علامہ، مجمع بحارالانوار، دارالایمان، مدینہ 1415ھ 6 ص201

7۔ غزالی، محمد بن محمد، الشافعی، احیاء العلوم، دارالخیرات، بیروت، ج2 ص201

8۔ سیوطی، ابوبکر جلال الدین، شرح الصدور، ص315

فطرت کو خرد کے روبرو کر
تسخیرِ مقامِ رنگ و بو کر

تو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر

تاروں کی فضا ہے بیکرانہ
تو بھی یہ مقامِ آرزو کر

عُریاں ہیں ترے چمن کی حوریں
چاکِ گل و لالہ کو رفو کر

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اس سے نہ ہو سکا، وہ تو کر!

اسلام میں اَخلاقیات کی اہمیّت واِفادیّت

5

مولانا امین عزیز بھٹی حفظہ اللہ
(بشکریہ ہفت روزہ الاعتصام، لاہور)

3 قرابت داروں پر اِنفاق

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ میں تیسرا حکم قرابت داروں پر اِنفاق ہے۔ یہ احسان ہی کی اعلیٰ ترین قسم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار صرف عدل وانصاف ہی کے حق دار نہیں بلکہ اس سے ایک درجہ بڑھ کر مالی امداد اور معاشی تعاون کے بھی مستحق ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ ان کو بتا دیں کہ تم جتنا مال بھی خرچ کرو گے وہ تمھارے والدین، اعزہ واقرباء اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور جو نیکی بھی تم کرو گے وہ ہرگز ضایع نہ ہوگی، اس لیے کہ اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔'' (البقرۃ:۲۱۵)

قرآن مجید میں آٹھ سے زیادہ مقامات پر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان پر خرچ کرنے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی قائم رکھنے کا تذکرہ ہوا ہے، متعدد احادیث صحیحہ میں اعزہ واقرباء کے حقوق ذکر ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور مالی امداد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ اگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور وہ جواب میں بدسلوکی کا رویہ اپنائیں تو اجر وثواب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

حدیث میں یوں مروی ہے:

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِی قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُونِی، وَأُحْسِنُ إِلَیْهِمْ وَیُسِیئُونَ إِلَیَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُونَ عَلَیَّ فَقَالَ: ((لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِیرٌ عَلَیْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَالِكَ)) ۔ (رواہ مسلم: ۳/۳۱۸)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں صلہ رحمی کرتا ہوں مگر وہ قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہوں مگر وہ بدسلوکی کرتے ہیں اور میں (ان کے بارے میں) حکمت ودانائی سے کام لیتا ہوں مگر وہ جہالت سے پیش آتے ہیں، (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بات ایسے ہی ہے جیسا کہ تو نے بیان کی ہے تو (جان لے) تو ان کے مُنہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تیری یہ کیفیت رہے گی اللہ کی طرف سے ہمیشہ تیرے ساتھ ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا۔''

قرابت داروں پر اِنفاق کرنا اس لیے بھی باعثِ اجر ہے کہ اس میں کئی فضیلتیں شامل ہو جاتی ہیں، مثلاً: صلہ رحمی، قرابت داروں سے حسنِ سلوک، رشتہ داروں سے احسان اور اللہ کی راہ میں خرچ۔ اس سلسلے میں مزید تفصیل ''صلہ رحمی'' کے زیرِ عنوان ذکر ہوگی۔

آیت مبارکہ کا دوسرا حصہ ﴿وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ﴾ ہے، اس میں وہ تین چیزیں بیان ہوئی ہیں جو بے شمار گناہوں اور معصیتوں کی جڑ ہیں۔ ذیل میں ہم ان تینوں محرمات کا بالاختصار ذکر کرتے ہیں۔

4 فحشاء سے ممانعت

فحشاء۔ ف ح ش سے ماخوذ ہے جس کا معنی زنا، اغلام اور ہر قسم کی بے حیائی ہے، چنانچہ ہر وہ کام جس میں زنا کاری، اغلام بازی، بدکاری، بدفعلی، بے ہودگی، بے شرمی اور عریانی پائی جاتی ہو اسے ''فحش'' یا ''فحشاء'' کہتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ''فحشاء'' کے معنی میں عموم اور جامعیت ہے، یعنی ہر زنا اور اغلام فحاشی ہے مگر ہر فحاشی زنا یا اغلام نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس قول وفعل سے روک دیا ہے جو بدکاری کا سبب بنتا ہو یا فحاشی کی قسم سے ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا۝ (بنی اسرائیل: ۳۲)

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، اس لیے کہ وہ کھلی بے حیائی (فحاشی) اور بہت بری راہ ہے۔''

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو دروازہ زنا اور اغلام جیسے قبیح افعال کی طرف کھلتا ہوا سے اگر بند نہ کیا جائے تو وہ بیماری بڑھتی چلی جائے گی اور اس طرح معاشرے میں شہوانیت عام ہو جائے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس کام سے منع فرما دیا جو بے حیائی یا بدکاری کی طرف لے جاتا ہے۔

شیطان کی ہر ممکنہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان بے حیائی اور عریانی کی راہ پر چل نکلے، چنانچہ وہ برائی اور بے حیائی کے کاموں میں تزئین و ترغیب پیدا کرتا ہے اور بدکاری کے کاموں میں لذت دکھاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور (یاد رکھو کہ) جو شیطان کے نقش قدم پر چلے گا وہ اپنے آپ کو برباد کرے گا، اس لیے کہ وہ تو بے حیائی اور برائی ہی کا راستہ سمجھاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی پاک نہ رہ سکتا، لیکن اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔'' (النور:۲۱)

برائی اور بے حیائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، ظاہر ہو یا مخفی، فیشن کے نام پر کی جا رہی ہو یا ترقی و ارتقاء کے نشے میں، بہر حال حرام اور ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کہہ دیجیے (اے پیغمبر!): میرے پروردگار نے تمام فواحش کو حرام کیا ہے، خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے اور حق تلفی اور ناحق زیادتی کو بھی حرام کیا ہے۔'' (الاعراف:۳۳)

فحاشی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، قانونی ہو یا غیر قانونی، آن لائن ہو یا آن سائٹ مسلمان کے لیے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ مسلم معاشرے کو فحاشی اور عریانی سے یکسر پاک

ہونا چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اس میں شبہ نہیں کہ جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بدکاری پھیل جائے (اس کا چرچا ہو) ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک سزا ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔''(النور:۱۹)

فحاشی کی تشہیر وترویج اور اشاعت بھی اتنی ہی بری ہے جتنا اس میں ملوث ہونا برا ہے۔ مومن کسی صورت میں فحاشی وعریانی کی حمایت نہیں کرتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فحاشی کو سخت ناپسند فرماتا ہے، حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْن عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ :أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ، وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُخَوَّنَ الْأَمِينُ، وَيُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ، حَتّٰى يَظْهَرَ الْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ، وَقَطِيعَةُ الْأَرْحَامِ، وَسُوءُ الْجِوَارِ (مسند احمد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ فحاشی اور فحش گوئی سے نفرت کرتا ہے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت تبھی قائم ہوگی جب امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور خائن کو امانت دار سمجھا جائے گا، فحاشی وعریانی اور قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بدسلوکی جیسی قباحتیں منظر عام پر آجائیں گی۔''

قرآن مجید کی چوبیس آیات اور متعدد احادیث مبارکہ میں اس قبیح عمل کو بیان کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فحاشی اپنے تمام متعلقات سمیت سخت ممنوع اور باعث عذاب ہے۔

5 منکر سے ممانعت

منکر ن ك ر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: انکار کرنا یا ردّ کرنا۔ یہ ''معروف'' کی ضد ہے۔منکر سے مراد وہ تمام برائیاں ہیں جنھیں سب لوگ بالعموم برائی ہی سمجھتے ہیں، معاشرے میں جو کام سب کے نزدیک برا سمجھا جاتا ہو اور کوئی سلیم الطبع انسان اسے کرنے پر آمادہ نہ ہو، وہ منکر کہلاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عقل وشریعت اور تہذیب وتمدن کی ہر اچھی روایت میں جن

کاموں کو برا جانا جاتا ہو وہ منکرات کہلاتے ہیں۔

ایک صالح اور معیاری معاشرے میں منکرات کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ ایک اچھا معاشرہ بنتا ہی تب ہے جب اس میں ''معروف'' کو پسند کیا جائے اور ''منکرات'' سے نفرت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کافی زور دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور تمھارے اندر سے کچھ لوگ مقرر ہوں جو نیکی کی دعوت دیں، بھلائی کی تلقین کریں اور برائی سے روکتے رہیں اور (یاد رکھو کہ جو ایسا کریں گے) وہی فلاح پائیں گے۔'' (آل عمران:۱۰۴)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی بری خصلتوں میں محرمات کا ارتکاب بیان فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

''وہ (یہود) جن برائیوں کا ارتکاب کرتے اُن سے کسی طرح باز نہیں آتے تھے، نہایت برا طرزِ عمل تھا جو انھوں نے اختیار کر رکھا تھا۔'' (المائدۃ:۷۹)

منکر ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام برائیوں، گناہوں اور محرمات کو شامل ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں جتنے محارم ذکر ہوئے ہیں یا احادیث مبارکہ میں جو جو برائیاں بیان ہوئی ہیں ''منکر'' ان سب کو شامل ہے، دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے منکر سے منع فرما کر ان تمام گناہوں اور محارم سے منع فرمایا ہے۔

تمام اخلاقی بیماریاں جو معاشرے میں بری سمجھی جاتی ہیں، مثلاً: ظلم، زیادتی، قتل و غارت، جھوٹ، دھوکا، فریب، غیظ و غضب، افتراء و بہتان، چغلی، وعدہ خلافی، تکبر، لڑائی جھگڑا، دشمنی، انتقام، گالی گلوچ، لالچ، بدگمانی، خیانت، حسد، کینہ، بے ہودگی، کمینگی، جاسوسی اور دیگر اخلاقِ مذمومہ وغیرہ۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں ''المنکر'' سے مذکورہ تمام برائیاں مراد ہیں۔

6 البغی سے ممانعت

''بغی'' کے معنی سرکشی، ظلم، فساد اور بغاوت و نافرمانی کے ہیں۔ جب کوئی آدمی اپنی قوت و طاقت، اثر و رسوخ اور مال و دولت کے ذریعے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حدود

سے تجاوز کرے، زمین میں فساد برپا کرے، دوسرں کے حقوق چھینے، کمزور پر ظلم وستم کرے، طاقت وَر کے خلاف بغاوت کرے تو وہ سرکشی اور تعدی کا ارتکاب کررہا ہوتا ہے۔

بغی کا مرتکب دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنے ذاتی فائدے اور مفاد کا خیال رکھتا ہے، وہ اپنے فائدے کے لیے دوسروں پر ظلم و جور رَوا رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو صرف فواحش کو حرام کیا ہے، خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے اور حق تلفی اور ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے۔'' (الاعراف:۳۳)

قرآن مجید نے اہل کتاب اور مشرکین عرب کی سرکشی اور ظلم کی تفصیل بیان فرمائی ہے، پچھلی قومیں ظلم واستبداد میں کس طرح ہلاک ہوئیں اور کیسے اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں، سب بیان ہوا ہے۔

''**البغی**'' کا لفظ بھی اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں سرکشی اور زیادتی کو حرام ٹھہرا کر ظلم وستم، جور و جبر اور ستم ظریفی کے تمام افعالِ قبیحہ کا دروازہ بند کردیا ہے۔ ایک دوسرے پر ظلم وتشدد اور جبر وعدوان کی بجائے عدل وانصاف اور احسان کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق بالکل ہی کھول دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے، مگر وہ ایک حساب کے ساتھ جو چاہتا ہے ان کے لیے اتارتا ہے۔''
(الشوریٰ:۲۷)

ظلم وستم اور سرکشی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔ کیوں کہ ظلم کا بدلہ ظلم اور بُرائی کا بدلہ بُرائی ہی ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اور وہ لوگ جو بدلہ اس وقت لیتے ہیں جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے۔ (جان لیجیے) کہ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جس نے معاف کردیا اور معاملے کی اصلاح کرلی تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور ہاں، جس پر ظلم ہوا اور اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا تو یہی ہیں جن پر کوئی الزام

نہیں ہے۔ البتہ الزام تو انھی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں بغیر کسی حق کے سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘ (الشوریٰ: ۳۹-۴۲)

سرکشی اور ظلم کا بدلہ اور سزا اگر نہ رکھی جائے تو ظلم کبھی ختم نہیں ہوگا، اس کے خاتمے کا واحد حل یہی ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِی بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ (سنن أبي داود، رقم: ٤٩٠٢)

’’حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی دینا بہت مناسب ہو، سوائے قطع رحمی اور سرکشی کے۔‘‘

دنیا میں سزا کی ایک مثال سورۂ انعام میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

’’اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کر رکھی ہے ان پر ہم نے پنجوں والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ اور آنتوں سے لگی ہو یا کسی ہڈی سے چپکی رہ جائے، یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انھیں دی تھی اور ہم بالکل سچے ہیں۔‘‘ (الانعام: ۱۴۶)

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل وانصاف اور صورتِ حال کے مطابق فیصلہ فرمائے گا، ظالموں کو ان کے ظلم کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’پھر جب وہ (اللہ تعالیٰ) انھیں نجات دے دیتا ہے تو فوراً بغیر کسی حق کے زمین میں سرکشی کرنے لگتے ہیں، لوگو! (جان لو) تمھاری سرکشی کا وبال تمھی پر آنے والا ہے، پس تم دنیا کی زندگی کا نفع اٹھا لو، پھر تم کو پلٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے، اس وقت ہم تمھیں بتا دیں گے جو کچھ تم کر رہے تھے۔‘‘ (یونس: ۲۳)

سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ میں بیان کردہ احکامِ ستہ کی مذکورہ تفصیل کے بعد ایک دفعہ پھر

آیت کے ترجمے پر نظر دوڑائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اخلاقِ حمیدہ اور اخلاقِ رذیلہ کی تمام انواع واقسام کو محیط ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا ہے: (۱) عدل وانصاف کو قائم کیا جائے۔ (۲) آپس میں احسان وانعام کا رویہ اپنایا جائے۔ (۳) قرابت داروں سے حسنِ سلوک، صلہ رحمی اور انفاق کیا جائے۔

دوسری جانب تین بڑی برائیوں سے منع فرمایا ہے: (۱) فحاشی وعریانی اور بے حیائی سے مکمل روک دیا گیا۔ (۲) معاشرے میں معروف تمام برائیوں سے منع کر دیا گیا۔ (۳) ظلم وستم اور سرکشی کے تمام افعالِ قبیحہ کو حرام کر دیا گیا۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان احکامِ ستہ میں اخلاقیات کی دونوں اقسام کو سمو دیا گیا ہے۔ اسی لیے اس آیت کریمہ کو اخلاقیات کی اساس اور بنیاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

(جاری ہے)

فرمانِ قائداعظم

وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملّت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس اُمّت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔

(اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

پاکستان کا مطلب کیا؟ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

سیاست، جمہوریت، معیشت، قانون اور انصاف!

ابوفیصل محمد منظور انور

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری   ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری   کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

مملکت خداداد پاکستان ایک معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلامی سال کے ایک مقدس مہینے کی بابرکت رات کو عطا کیا تھا برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی اکثریت نے 1857ء میں برطانوی استعمار کے خلاف جنگ آزادی کا اعلان کر رکھا تھا اور اس کے لئے ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں دینے میں پیش پیش رہے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا باری تعالیٰ ہمیں ایک الگ آزاد ملک عطا فرما دے تاکہ ہم اس میں تیرے دین اسلام کا نفاذ کر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں۔ قیام پاکستان سے قبل ہر مسلمان کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ''۔ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل وکرم اور تائید کے ساتھ مسلمانوں کے اس خواب کو تعبیر حاصل ہوگئی، ایک ایسا خطہ ارضی عطا ہوا جس میں دو علاقے مشرقی پاکستان اور

مغربی پاکستان شامل تھے اور ساتھ ہی ہندوستان کی مسلم اکثریتی ریاستوں حیدرآباد دکن، جوناگڑھ ومناوَدراور کشمیر کی عوام نے بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا تھا۔ تاہم بھارت نے ان ریاستوں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا جو تاحال جاری ہے۔ آزادی کے بعد ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے تمام وعدے بھلا دیے اور خطے میں نفاذ اسلام سے انحراف کرلیا تو ہمارے لئے آزمائشوں اور مشکلات کا آغاز ہوگیا۔ ہم نے نظام اسلام کی بجائے لادینیت پر مبنی مغربی جمہوریت کو اپنایا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان نام تو رکھ دیا ہے مگر سارے غیر اسلامی قوانین نافذ کر کے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔ یقیناً یہ ایک منافق معاشرے کی عکاس ہے۔ مغربی و ہندی تہذیب اور رسوم ورواج اپنانے کے نتیجے میں مسلم معاشرہ بے حیائی عریانی وفحاشی کی دلدل میں دھنس کر رہ گیا۔ ہماری نوجوان نسل موروثی مسلمان ہونے کے ناطے دین اسلام سے رغبت تو رکھتی ہے مگر ان کے قول وفعل اور بودو باش مغربی و ہندی ثقافت کے عکاس ہیں۔ جو مادر پدر آزاد مغربی طرز زندگی اپنانے کے دلدادہ اور خواہش مند ہیں۔

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے — تم مسلماں ہو! یہ اندازِ مسلمانی ہے!
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے — تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

سیاست دانوں کی ذاتی مفاد پرستی نااہلی اور کچھ طالع آزما آمروں کی ہوس اقتدار کی جنگ کے باعث آزادی کے 25 سال بعد ہی ایک حصہ مشرقی پاکستان ہم سے بزورقوت چھین لیا گیا۔ ہمارے 90 ہزار فوجی ہندوستان کی قید میں چلے گئے جو ہماری تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ ہمارے مقتدر طبقات نے سقوطِ ڈھاکہ ایسے عظیم سانحہ سے سبق حاصل کرنے کی بجائے اپنے سابقہ حکمرانوں کی روش اپنائی اور ہوس اقتدار میں ملک وملت کی تقدیر سے کھیلتے رہے۔ مصلحت کوش حکمران اسلام دشمن طاقتوں کی حمایت میں جنگیں لڑتے اور خواہ مخواہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے جس کے باعث ملک میں سیاسی خلفشار اور باہمی نفرت کو ہوا ملی اور ملک داخلی طور پر کمزور ہوا۔ مستحکم خارجہ پالیسی نہ ہونے کے باعث وطن عزیز خارجی معاملات میں بھی اسلام دشمن

طاقتوں کے شکنجے میں پھنس کر رہ گیا ہے اور ان بڑی طاقتوں کی ڈکٹیشن اور ایجنڈے پر گامزن ہے جنھوں نے بڑی چالاکی اور مکاری سے ہمارے حکمرانوں کو اقتدار میں رہنے کا لالچ دے کر ہماری آزادی، خود مختاری اور خارجہ پالیسی پر قبضہ کر کے ایک طرح سے ہمیں غلام بنا لیا۔ آئی ایم ایف جو دراصل مغرب اور امریکہ کا بغل بچہ ہے، کی غلامی نے ملک کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا اور ملک اربوں کھربوں کا مقروض ہو چکا ہے۔ نتیجے میں ملکی معیشت تباہ و برباد ہو چکی ہے اور شنید ہے کہ ملک دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ جس ملک نے آزادی کے ابتدائی سالوں میں جرمنی ایسی بڑی طاقت کی حکومت کو ہزاروں ڈالرز قرض دیے تھے وہ اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہونے کی بجائے تنزلی کا شکار ممالک کی صف میں کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے آئی ایم ایف کے سامنے کھڑا ہے۔ سودی نظام اپنانے کے نتیجے میں ملکی معیشت ڈوب چکی ہے بلکہ ہماری معیشت کی تباہی کا باعث ہی دراصل سودی نظام ہے جس کو چھوڑنے کے لیے کوئی بھی حکومت تیار نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سود کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ O فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَ لَا تُظْلَمُونَ O (البقرة: 278-279)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا سود میں سے، اگر تم مومن ہو۔ سو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو سن لو اعلانِ جنگ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے اصل اموال تمہارے لیے ہیں نہ تم ظلم کرو گے کسی پر اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا''۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خاتمے کے خلاف 28 اپریل 2022ء میں ہونے والے فیصلے کو دو سال ہو چکے ہیں مگر حکومت و عدالت، سرکاری و نجی تجارتی ادارے، بینک اور افراد اس فیصلے کو ردی کی ٹوکری میں ڈال چکے ہیں شاید وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جاری جنگ ختم کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ سودی نظام کے شکنجے میں جکڑا ملک ترقی کی شاہراہ پر کیسے

چڑھ سکتا ہے؟ ایک اطلاع کے مطابق مئی 2024ء تک ملک 42.494 بلین ڈالرز کا مقروض ہے۔اس وقت بیرونی ممالک کا قرض 67.5 کھرب روپے ہے۔آئی ایم ایف کی کڑی شرائط کے باوجود ہماری حکومتیں ہر سال ان کے دروازے پر جا کر بھیک مانگتے ہیں تاکہ ہم ان کے سابقہ قرضوں کی اقساط جمع کروانے کے علاوہ حکومتی روزمرہ کے اخراجات پورے کرسکیں۔ موجودہ مالی سال 25-2024 کے بجٹ کا حجم 18.9 کھرب روپے ہے جس میں سے 10 کھرب روپے تو قرضوں پر سود کی ادائیگیوں پر خرچ ہوں گے۔ 2.8 کھرب روپے دفاعی اداروں پر خرچ ہوں گے،تعلیم کیلئے 103.78 ارب اور صحت کیلئے 24.21 ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ایف بی آر کے چیئر مین کے مطابق اس ادارے میں سالانہ 700 ارب روپے کی کرپشن ہوتی ہے۔اسی ادارے کے افسران تقریباً13 کھرب روپے ٹیکس اکٹھا کریں گے۔سنتا جا شرماتا جا! صرف ایک ادارے میں اربوں کی کرپشن میں یہ ملک ترقی کی شاہراہ پر کب اور کیسے گامزن ہوسکتا ہے؟ ہر آنے والی حکومت معاشی تباہی کی ذمہ داری سابقہ حکومتوں پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتی ہے۔حالانکہ پچھلے چالیس سالوں سے اقتدار کے مزے لینے والے دو خاندانوں اور ان کے حواریوں نے مال غنیمت جان کر ملکی خزانے کو لوٹا اور بیرون ممالک اپنی جائیدادیں بنائیں۔ برسوں سے اقتدار پر قابض عناصر کی اکثریت ایسی شخصیات پر مشتمل ہے جن کے آباء و اجداد نے عہدے، ذاتی جاگیریں، القاب اور دھن دولت لینے کیلئے وطن سے غداری کر کے انگریزوں کے ساتھ وفاداریاں نبھائیں اور انگریز سامراج کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور جہاد کرنے والے سرفروشوں کو چُن چُن کر انگریزوں کے حوالے کیا یا مروا دیا تھا۔ ماضی میں ہونے والے ان المناک واقعات کے قصے زبان زد خاص و عام ہیں۔ایک دوسرے کے سخت ترین مخالف سیاستدان جو مخالفین کو سڑکوں پر گھسیٹنے اور نشان عبرت بنانے کے دعویدار تھے اور جن پر کرپشن کے سنگین ترین الزامات ہیں وہ اقتدار کے لیے شِیر و شکر ہو کر قومی خزانے کو لوٹنے میں ایک دوسرے کے ممد و معاون بن جاتے ہیں اور اقتدار میں آ کر من مرضی کی قوانین سازی کر کے باہمی تعاون اور رضامندی سے ایک دوسرے کی کرپشن کے کیسز ختم کروا رہے ہیں۔ کرپشن روکنے کا ذمہ دار نام نہاد ادارہ قومی احتساب بیورو NAB کرپشن کے کیسز کو سیاسی مخالفین کے

خلاف بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے یا پھر بڑی چالاکی اور مکاری کے ساتھ ان کی سہولت کاری کر کے اربوں کھربوں کی کرپشن میں ملوث لٹیروں کو بریت کی چٹ تھما کر دوبارہ اقتدار کی اعلیٰ مسند پر بٹھا دیتا ہے۔ وسیع پیمانے پر ملکی خزانے میں ہونے والی ڈکیتی اور ظلم و ناانصافی کے خلاف عوامی سطح پر اٹھنے والی آوازیں بزورِ قوت دبا دی جاتی ہیں۔ قومی خزانے کو لوٹنے والے عناصر کے خلاف عوام میں ایک لاوا پک رہا ہے جو نہ جانے کب پھٹ جائے۔ ملک میں فرانس کی طرز کا خونی انقلاب دستک دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

ملک میں سیاسی خلفشار و انتشار عروج پر ہے گزشتہ 77 برسوں میں ملک پر زیادہ عرصہ فوجی آمریت رہی ہے اور باقی وقت چند سیاسی خاندانوں نے ہی حکمرانی کی۔ مسلم ممالک کی عوام کی اکثریت تو مسلمان ہے مگر حکمران منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی کی معنوی پیداوار لگتے ہیں جو اسلامی اقدار اور اخلاقیات سے عاری نظر آتے ہیں ملک میں بظاہر جمہوری نظام حکومت ہے مگر چلانے والے کسی بھی ڈکٹیٹر یا بادشاہ سے کم نہیں۔ اکثر حکومتیں اپنی مقررہ مدت سے قبل ہی ختم کروادی جاتی ہیں۔ 1970ء میں عام انتخابات ہوئے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی حد تک آزادانہ الیکشن تھے۔ تاہم سازشوں کے تانے بانے ایسے تیار کیے گئے تھے کہ جیتنے والوں کو حکومت دینے کی بجائے من مرضی کی حکومت بنانے کے لیے طاقت کا بے تحاشا استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں سقوط ڈھاکہ ہوا اور ملک دولخت ہو گیا پھر 1977ء میں الیکشن ہوئے جس میں دھاندلی نہیں بلکہ دھاندلہ کا لفظ استعمال ہوا اور نتیجے میں ملک کئی سالوں تک فوجی آمریت کی گود میں چلتا رہا۔ اس کے بعد جتنے بھی الیکشن ہوئے ہر بار دھاندلی ہوتی رہی اور انتخابات متنازعہ رہے۔ فروری 2024ء میں جو الیکشن ہوئے اس میں ریکارڈ توڑ دھاندلی کے الزامات لگائے جارہے ہیں۔ مبینہ طور پر فارم 45 کے مطابق تیار شدہ نتائج کو تبدیل کر کے فارم 47 میں بوگس اندراج کیے جانے کی ڈھیروں شکایات کے باعث ان انتخابات کی شفافیت اور منصفانہ ہونے پر سوال اٹھائے جارہے ہیں۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کی واضح طور پر جانبداری اور ناکامی کے خلاف معاملات عدالتوں تک جا پہنچے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے لارجر بنچ نے 12 جولائی کو دیے گئے اکثریتی فیصلے میں الیکشن کمیشن کی طرف سے ایک سیاسی جماعت کو انتخابی

عمل سے دور رکھنے کے لیے کئے گئے غیر قانونی اقدامات کی واضح طور پر نشاندہی کرتے ہوئے اسے موجودہ غیر یقینی سیاسی صورت حال کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ ملک کی بدقسمتی ہے کہ کئی اداروں کی طرف سے غیر آئینی اقدامات اور غیر قانونی مداخلت کرنے اور ہر الیکشن کے بعد دھاندلی کے الزامات لگتے ہیں۔ اگر آئین شکنی کرنے والوں، مقررہ مدت میں الیکشن نہ کروانے اور غیر آئینی طور پر اقتدار کو طول دینے والے عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی تو آئندہ کسی کو آئین شکنی کی جرات ہی نہ ہوتی۔ کسی ایک کے خلاف بھی کارروائی نہ ہونے سے حوصلہ پا کر کچھ طالع آزما وہی پرانا کھیل کھیلتے ہیں۔ نتیجے میں ملک میں قانون وانصاف اور آئین کی حکمرانی قائم کرنے کی بجائے غیر آئینی طریقوں سے کچھ شخصیات مسند اقتدار پر متمکن ہو جاتے ہیں اور قومی خزانے کو من مرضی سے شیر مادر سمجھ کر بادشاہوں کی طرح شہ خرچیاں کرتے ہیں۔

ملک کے 25 کروڑ عوام میں سے اکثریت تعلیم وصحت ایسی بنیادی سہولیات سے محروم، خط غربت سے نیچے زندگیاں گزارنے پر مجبور ہے۔ عوام کو بھیڑ بکریوں کی مانند ہانکا جا رہا ہے جہاں ان کی رائے کی کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی۔ حالیہ الیکشن میں آزادانہ حق رائے دہی کا مذاق اُڑایا گیا اس کی نظیر کسی بھی مہذب معاشرے میں نہیں ملتی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کیلئے کونسا حربہ ہے جو نہ اپنایا گیا ہو۔ حلقہ بندیوں سے لیکر کے پولنگ ڈے تک کاغذات نامزدگی کی وصولی من پسند پولنگ سٹاف کی تعیناتی اور پھر نتائج تبدیل کیے جانے کی اطلاعات نے عام آدمی کا اس نام نہاد مغربی جمہوریت کے نظام سے اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے۔ کیونکہ وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان کی رائے کو تبدیل کرنے والوں نے دن دیہاڑے ڈاکہ ڈالا ہے اور مسند اقتدار پر اصل حقداروں کی بجائے ہارنے والوں کو بٹھا دیا ہے۔ عوام اپنے مستقبل سے مایوس نظر آتے ہیں، پچھلے دو تین سالوں میں لاکھوں افراد کے ملک چھوڑنے کی اطلاعات ہیں۔ وطن عزیز میں قانون وانصاف کا نظام بری طرح متاثر ہوا ہے سیاسی مخالفین کے خلاف جھوٹے من گھڑت مقدمات کی بھرمار اور عدالتوں سے ریلیف حاصل کرنے والوں کی بار بار غیر قانونی پکڑ دھکڑ جبری گمشدگی کے واقعات سے عوام میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے۔ ایک مقبول سیاسی جماعت کو سیاسی عمل اور اقتدار سے دور رکھنے اور اس کے سیاسی کارکنوں کے خلاف پر تشدد کارروائیاں

قرین انصاف نہیں۔خصوصاً بیسیوں تعلیم یافتہ بیگناہ خواتین کی بار بار گرفتاری اور بلا جواز غیر قانونی طور پر ان کو زیرِ حراست رکھ کر انصاف سے محروم رکھنا قابل مذمت فعل ہے۔من پسند فیصلے نہ ملنے پر اعلیٰ عدالتی افسران کی تضحیک اور ان کے خلاف انتقامی کارروائیاں اچھی روایت نہیں ہے۔قانون اور انصاف کو گھر کی باندی بنا دیا گیا۔

ہمارا سیاسی اور معاشی نظام تو مکمل طور پر مغرب کے شکنجے میں ہے۔اب ہمارے معاشرتی اور خاندانی نظام کو بھی تباہ کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔قاہرہ کانفرنس، بیجنگ پلس کانفرنس، ویلنٹائن ڈے، عورت مارچ، میرا جسم میری مرضی کا سلوگن، ڈانس فار ایجوکیشن، حقوقِ نسواں بل، ٹرانس جینڈر ایکٹ، پنجاب حکومت نے تعلیمی اداروں میں موسیقی کے پروگرام کے مقابلے کروائے، ہم جنس پرستوں کا ایک میوزک بینڈ ہماری یونیورسٹیوں کے لئے لانچ کیا گیا، یہاں تک کہ ایبٹ آباد کے ایک بے شرم شخص نے Gay کلب کھولنے کیلئے درخواست دے دی، اب یونیسیف (UNICEF) کی فنڈنگ سے، مدر مِلک بینک (mother milk bank) قائم کرنے کا پروجیکٹ شروع کیا گیا جس پر بروقت مذہبی رہنماؤں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آنے پر اسلامی نظریاتی کونسل سے رائے طلب کی گئی ہے۔کونسا حربہ نہیں جو ہماری عفت، عصمت، شرم وحیا اور خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر کے مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کو جبری طور پر ہم پر ٹھونسنے کیلئے نہیں اپنایا گیا جس کیلئے مختلف این جی اوز کو بھاری فنڈنگ کر کے مغربی لادینی ایجنڈا نافذ کرنے کا ٹاسک سونپا گیا ہے۔ ہمارے حکمران اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں پیش پیش رہے ہیں۔اب وہ ہماری اسلامی و مشرقی روایات کا جنازہ نکالنے میں بدیشی طاقتوں کے ممد و معاون بن ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختارؐ؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہوگئی کس کی نِگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں

گزشتہ دو سالوں سے صحت اور تعلیم کے حصول میں پریشان عام آدمی کو مہنگائی کی

دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے، پٹرول بجلی کی قیمتیں عوام کی پہنچ سے بہت دور ہو چکی ہیں۔ زیادہ تر غریب اور متوسط گھرانوں کے چولہے بجھ رہے ہیں ایسے حالات میں یوم آزادی کیسے مناؤں؟ جس طرح 77 سال قبل اللہ تعالیٰ نے ایک مقدس مہینے میں آزادی وطن مملکت پاکستان کا معجزہ عطا فرمایا تھا کیا ہی اچھا ہو کہ مقتدر طبقات! نئے اسلامی سال کے آغاز پر قوم کو اسلامی نظام کے نفاذ کا تحفہ دے دیں۔ تاکہ قوم اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگیاں گزار سکے۔ اس طرح ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد وفا بھی شرمندہ تعبیر ہو جائے گا کہ ہم نے نفاذ اسلام کا وعدہ پورا کر دیا۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور طرح طرح کے مسائل کا شکار ملک تیزی کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر کے اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے گا۔ ان شاء اللہ۔

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری — مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ما سویٰ اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ (ﷺ) است

عبد اللہ ابراھیم

(اس مضمون میں 22 جون سے 22 جولائی 2024 تک کے نمایاں واقعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے)

1 پاکستان کی سیاسی صورتحال میں عدمِ استحکام کے آثار

حکومت اور مقتدرہ کا بڑا گروہ اگرچہ لمحہ موجود تک ایک صفحے پر ہے تاہم سیاسی استحکام میں کمی دکھائی دے رہی ہے۔ حکومت نے بجٹ کو ایوانوں سے منظور تو کروالیا ہے تاہم آئی ایم ایف کے دباؤ کی وجہ سے یہ ایک سخت بجٹ تھا اور حکومت عوام کے بڑے طبقات یعنی زرعی شعبہ، ملازمت پیشہ اور کاروباری لوگوں کو بددل کر بیٹھی ہے گرمیوں میں بجلی کے نرخوں میں اضافہ اور فوجی اور نوکرشاہی کی کچھ مراعات میں اضافہ بھی برا اثر ڈال رہا ہے اور حکومت کی حمایت میں مزید کمی آرہی ہے۔ ادھر سپریم کورٹ کا تمام ججوں پر مشتمل بنچ نے 11 جولائی کو سنی اتحاد کونسل کی اپیلوں کے فیصلے کو 5-8 کی اکثریت سے کچھ زیادہ ہی پی ٹی آئی کے حق میں کردیا اور چیف جسٹس مخالف گروپ غالب آ گیا اور پھر اس کی نظر ثانی کی سماعت کی تاریخ بھی چیف جسٹس کی مرضی کے خلاف گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد مقرر کی گئی ہے موجودہ چیف جسٹس نے خود ہی مقدمات کے سماعت کے فیصلے کے اختیار کو چیف جسٹس کی بجائے 3 سنئیر ترین ججوں کو منتقل کیا تھا اور اب دوسرے سنئیر ترین جج منصور علی شاہ (جو 27 اکتوبر 2024ء سے 3 سال سے زائد عرصے کے لئے چیف جسٹس بنیں گے) اور تیسرے سنئیر ترین جج ایک گروپ بنا کر ان کے ضبط کا امتحان لے رہے ہیں چونکہ 3 ماہ کے بعد سپریم کورٹ کا کنٹرول لمبے عرصے کے لئے مقتدرہ مخالف قوتوں کے پاس

ہوگا اس لئے یہ بھی حکومت اور مقتدرہ کے لئے دردِ سر ہوگا۔ یہ سب عوامل کسی طویل مدتی استحکام کی علامت نہیں ہیں۔ بہرحال نئی حکومت کو چلنے دینا چاہیے تاکہ کچھ آگے کا سفر ہو۔ ہمارا بطور ملک دائروں میں سفر اور مقتدرہ قوتوں کی اپنی ہٹ دھرمیاں کافی مایوس کن ہیں۔ بطور مسلمان ہمیں لوگوں کو دین کی دعوت اور توبہ کی پکار کو تیز تر کردینا چاہیے۔

2 پاکستان کی معاشی صورتحال میں مہنگائی کی بدولت تنزّلی

یوں تو پاکستان کی معاشی صورتحال میں ستمبر 2023ء سے کافی استحکام چل رہا ہے، ڈالر 279 روپے پر مستحکم ہے اور درآمدات، برآمدات اور بیرون ملک پاکستانیوں کی ترسیلات سے مل کر گرفت میں دکھائی دیتی ہیں۔ سٹاک ایکسچینج 78 ہزار سے زائد اور تاریخ کی بلند ترین سطح پر ہے، مہنگائی کی شرح کم ہوئی ہے، بنیادی شرح سود 1.5 فیصد سے کم ہوئی ہے۔ تاہم جولائی میں بجٹ کے نئے ٹیکسوں، بجلی کی قیمتوں میں اضافے اور پٹرول کی قیمت میں وقتی اضافے سے مہنگائی کی نئی لہر آئی ہے۔ پاکستان کی بنیادی برآمد ٹیکسٹائل ہے اور دنیا میں ٹیکسٹائل گراوٹ کا شکار ہے البتہ آئی ٹی برآمدات میں اضافہ حوصلہ افزا ہے۔ ہماری معاشی صورتحال میں مثبت پہلو بھی ہیں ابھی بھی اگر مخلص لوگ میسر آجائیں اور ان کو 5-4 سال مل جائیں تو ملک کی کایا پلٹی جاسکتی ہے اصل حل تو اسلامی معاشی نظام کا نفاذ ہے مگر موجودہ استحکام کا برقرار رہنا بھی ضروری ہے۔

3 پاکستان میں امن وامان کی کمزور صورتحال اور سلامتی کے اداروں پر حملے

پاکستان میں امن وامان کی عوامی صورتحال تو کچھ بہتر ہے مگر سلامتی کے اداروں پر حملے تسلسل سے جاری ہیں جو کہ تشویش ناک ہے۔ پاکستان ان تمام واقعات کا الزام ٹی ٹی پی پر عائد کررہا ہے اور اس کے کچھ ثبوت بھی ہیں۔ یہ صورتحال کے پی کے میں زیادہ کمزور ہے۔ عاشورہ کے دنوں میں بنوں کینٹ پر حملہ ہوا اور اس میں 8 اہلکار جاں بحق اور بیسیوں زخمی ہوئے، فائرنگ میں راہ گیروں کی ہلاکت نے عوامی احتجاج کو جنم دیا اور کچھ شرپسند قوتیں بھی اس میں کود پڑیں اور صورتحال نازک ہوگئی۔ ان واقعات کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ لوگوں میں سلامتی کے اداروں سے ہمدردی کم ہوگئی ہے مگر اس مسئلے کو محض ظاہری پہلوؤں کی بجائے مکمل پس منظر اور ہماری ماضی کی غلطیوں کو مدنظر رکھ کر حل کرنا چاہیے۔ پاکستان میں حکومت نے عزم استحکام کے نام

سے آپریشن کا بھی اعلان کیا ہے تاہم اکثر ایسے اقدامات کے منفی پہلو مثبت پہلوؤں سے بڑھ جاتے ہیں۔اس پہلو سے صورتحال کافی پریشان کن ہے۔

4 بنگلہ دیش میں ملازمتوں میں کوٹہ پر شدید احتجاج

جون 2024ء میں بنگلہ دیش کی ہائی کورٹ نے ملازمتوں میں 1971ء کے شہداء کا 30 فیصد کوٹہ بحال کر دیا جس سے طلبا میں بے چینی ہوئی اور جولائی 20 کے آس پاس یہ احتجاج سخت ہو گیا اور 140 کے قریب لوگ جاں بحق ہوئے اور معاملہ کرفیو اور خلاف ورزی پر دیکھتے ہی گولی مارنے تک جا پہنچا اور سپریم کورٹ کو مداخلت کرنا پڑی اور اس فیصلے کو روک دیا گیا عوامی لیگ کی سخت حکومت حسینہ واجد کی سربراہی میں طویل عرصے سے اقتدار میں ہے اور حکومت مخالف جذبات کو اس سے سامنے آنے کا موقع ملا اور حکومت کی قوت کمزور ہوئی ہے۔

5 امریکی صدارتی انتخابات 2024 کے حوالے سے غیر معمولی صورتحال

امریکی صدارتی انتخابات میں اس دفعہ غیر معمولی واقعات ہو رہے ہیں۔13 جولائی کو جلسے میں ٹرمپ قاتلانہ حملے میں معمولی زخمی ہوئے اور ان سے ہمدردی میں اضافہ ہوا ادھر بائیڈن جو کہ پہلے ہی صدارتی مباحثے میں کمزور کارکردگی سے دباؤ میں تھے مزید تنقید کی زد میں آئے اور رہی سہی کسر ان کے کرونا میں مبتلا ہونے سے پوری ہوئی اور ان کو مجبوراً صدارتی انتخابات سے دستبردار ہونا پڑا امریکہ کا دنیا بھر میں رعب اور ساکھ بھی ان واقعات سے متاثر ہو رہی ہے امریکہ میں اسرائیلی لابیاں بہت مضبوط ہیں اور غزہ میں اسرائیلی جارحیت کی وجہ سے وہ اپنی مکمل مرضی کا صدر چاہتے ہیں اور چلمن سے باہر آنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

6 غزہ میں اسرائیلی جارحیت کا تسلسل اور جنگ کا پھیلاؤ

غزہ میں اسرائیلی جارحیت کو اب 280 دن سے زائد ہو گئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔مفاہمتی قوتوں کی طرف سے جنگ بندی کی کوششیں ابھی تک بے سود ہیں۔اسرائیل اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے اور امریکہ کی بھی کچھ نہیں سن رہا مگر پھر بھی وہ اسرائیل کی مکمل حمایت کر رہا ہے۔اسرائیل کا جنگ بندی کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا۔حماس نے اسرائیل کی پچھلی شرائط

ماننے کی بات کی تو اسرائیل نے مزید شرائط عائد کر دی ہیں۔ جنگ بندی ختم ہوتے ہی نیتن یاہو کی اتحادی حکومت گرنے کا امکان ہے لہٰذا جنگ بندی کو ٹالا جا رہا ہے۔

غزہ میں اب تک 39 ہزار سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں اور اس سے دوگنا تعداد (89 ہزار) زخمیوں کی ہے۔ مسلمان بطور امت اور بحیثیت قوم کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ غزہ کے لوگوں تک خوراک تک کی صحیح رسائی ممکن نہیں ہو پا رہی حزب اللہ اور یمنی حوثی ہی عملاً کچھ مدد کر رہے ہیں اور ان کے حملوں میں شدت آئی ہے 19 جولائی کو یمنی حوثیوں نے تل ابیب پر آئرن ڈوم کو چکمہ دے کر کامیاب ڈرون حملہ کیا۔ جواب میں اسرائیل نے بھی یمن پر پہلا براہ راست حملہ کیا۔ جنگ کی طوالت سے اسرائیل بھی جھنجھلاہٹ میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ اتنے مشکل حالات میں بھی اسلامی مزاحمتی قوتوں کا جہاد جاری رکھنا، غیر مشروط جنگ بندی سے انکار اور دستیاب وسائل کے ساتھ جمے رہنا اور اسرائیلی فوج کو نقصان پہنچاتے رہنا کسی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ تاہم یہ معجزہ مسلمان عوام اور خصوصاً حکمران طبقات کی بے حسی پر حجت بھی ہے۔ اللہ ہمیں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانی، مالی اور ہر طرح کا تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ صورتحال نہایت پریشان کن اور اگلی بڑی جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

7 عالمی بساط پر ساہوکار کی تبدیلی اور متعلقہ ٹکراؤ کے آثار

دنیا میں عالمی غلبہ حاصل کرنے کے لئے لڑائیاں (روس یوکرائن، غزہ) اور تنازعات (شمالی کوریا، تائیوان وغیرہ) جاری ہیں اور دنیا واضح طور پر بائی پولر اور شطرنج کی بساط کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔ سونے کی قیمت پھر بڑھ رہی ہے جو کہ غیر یقینی کی صورتحال کو ظاہر کرتی ہے۔ بنیادی مقابلہ معیشت کے میدان میں ہو رہا ہے۔ پوری دنیا میں معاشی کمزوری ہے مگر امریکہ زیادہ مشکل میں دکھائی دیتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں چین اپنی زیادہ پیداوار کی صلاحیت سے دنیا کو حیران کر رہا ہے اور وہ الیکٹرک گاڑیوں کے بعد بیٹری ٹیکنالوجی میں بھی امریکہ کو پچھاڑ رہا ہے، برکس تنظیم ایک متبادل قوت کے طور پر سامنے آ رہی ہے۔ الغرض ایک جہانِ نو کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔

فرمودۂ اقبال

مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

فقر — پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق (2)

5
فقر بَر کرّوبیاں شبخون زَنَد
بر نوامیسِ جہاں شبخوں زند

فقر فرشتوں پر شب خون مار کر مسخر کرنا ہے اور قوانین فطرت کی دریافت کا نام ہے

6
بَر مقامِ دیگر اندازَد تُرا
از زجاج اَلماس می سازَد تُرا

(فقر) تجھے (اشرف المخلوقات ہونے کے) اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتا ہے اور شیشے سے ہیرا بنا دیتا ہے

7
برگ و سازِ اُو ز قرآنِ عظیم
مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم

صاحب فقر کا روحانی برگ و بار قرآن عظیم کی بدولت ہے اور مرد درویش کی قوت تسخیر کمبل میں محدود نہیں ہوتی

8
گرچہ اندر بزم کم گوید سخن
یک دمِ او گرمیٔ صد انجمن

اگرچہ (مردِ فقیر) محفل میں باتیں کم کرتا ہے مگر وہ ہر محفل کی جان ہوتا ہے

9
بے پراں را ذوقِ پروازے دَہَد
پشّہ را تمکینِ شہبازے دہد

فقر بے وسائل انسان کو بھی روحانی ترقی کی راہ دکھاتا ہے اور بے مایہ انسانوں کو نمرود و فرعون سے ٹکرا دیتا ہے

فرہنگ (الفاظ کے معانی)

بر: پر، اوپر۔ کرّوبیاں: مقرّب فرشتے۔ شب خون زدن: رات کے وقت (بےخبری میں) حملہ کرنا۔ زند: مارتا ہے۔
نوامیس: اصول، قاعدے وقوانین۔ اندازد: ڈالتا ہے۔ تُرا: تُو+را کا مخفف، بمعنی تجھ کو۔ زجاج: کانچ، شیشہ۔
الماس: ہیرا۔ برگ وساز: سازوسامان۔ اُو: واحد غائب کی ضمیر بمعنی اُس کا۔ نہ گُنجد: وہ نہیں سماتا ہے۔ در: میں، اندر۔
گلیم: کمبل، گدڑی۔ گوید: کہتا ہے۔ سخن: بات۔ یک دمِ اُو: اس کا ایک سانس۔ پشّہ: مچھر۔ تمکین: قدرت۔

فارسی اشعار کی تشریح

بندۂ مومن جب یہ اختیاری فقر اختیار کرتا ہے تو اس کے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور مال و اسباب جمع کرنا یا حبِ جاہ اس کے نزدیک بے معنی ہو جاتا ہے اس سے اس میں مؤمنانہ فراست پیدا ہو جاتی ہے اور وہ تقرب بالفرائض کے راستے پر چل کر دستِ قدرت میں ایک شمشیر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

5 لہٰذا ایسا فقر یا یہ مردِ فقیر فرشتوں پر شبخون مار کر انھیں مسخر کر لیتا ہے یعنی فرشتے اس کے ہم مقصد اور معاون بن جاتے ہیں اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کام کر رہا ہوتا ہے اور ایسا فقر قوانینِ فطرت کی تسخیر کا کام کرتا ہے گویا قوانینِ فطرت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے مقاصد کے حصول میں سازگار ہو جاتے ہیں۔

6 ایسا فقر ــــ ایک سچے مومن کو اشرف المخلوقات ہونے کے اعلیٰ مقام پر لا کھڑا کرتا ہے (جس کا بندۂ مومن مستحق ہے) اور اسی فقر کی برکت سے ایک گوشت پوست کا انسان، جو کائنات میں (تمام حیوانات سے کمزور مخلوق ہے اور) شیشے کی طرح ناپائدار ہے، دنیا کی سخت ترین چیز ہیرا بن جاتا ہے۔ یہ ہیرا سلاطین و شہنشاہوں کو بھی کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

7 فقر کی یہ بلند شان اور مردِ مومن کے یہ اعلیٰ اوصاف اور بلند کردار صرف قرآن عظیم کی تعلیمات پر عمل درآمد کرنے کا نتیجہ ہے گویا قرآن مجید صرف برکت کے لیے نہیں بلکہ بندۂ مومن عمل کر کے قرآن مجید کا انسانِ مطلوب بن جاتا ہے۔

مردِ مومن یا مردِ فقیر یا بندۂ مومن کہیں یا ایسے انسان کو 'مردِ درویش' کے نام سے پکاریں یہ بندہ (یا ایسے بندوں کا مجموعہ جماعت حزب اللہ یا قرنِ اولیٰ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) صرف اپنے کمبل کے اندر یعنی صرف اپنے وجود پر ہی اسلام کے احکام کی تنفیذ نہیں کرتا بلکہ چار سو اور اجتماعی سطح پر بھی احکامِ خداوندی کا بول بالا کرتا ہے۔

8 ایسا فقر (ایسی جماعت جو اس کردار کے لوگوں پر مشتمل ہو، حزبُ اللہ) انسانوں میں ایسے اعلیٰ اوصاف اور کردار کی بلندی پیدا کرتا ہے کہ ہر بندۂ مومن اپنے گرد و پیش ملاقاتوں اور اجتماعات میں اپنی کارکردگی کا رُعب نہیں ڈالتا بلکہ وہ سراپا عمل اور دوسروں کے لیے ایک چلتا پھرتا نمونہ ہوتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند دوسرے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

9 فقر ــــ دنیا سے بے رغبتی اور وسائل کی بجائے اللہ پر یقین ایسی طاقت ہے اور آج کی اصطلاح میں اس سے ایسی بیٹری چارج ہوتی ہے کہ بے پروں کو ذوقِ پرواز عطا کر دیتا ہے یعنی بے وسائل انسان میں حوصلہ اور آگے بڑھ کر کفر کو للکارنے اور مقابلہ کرنے کی جرأت پیدا کر دیتا ہے اور چڑیا کے کمزور بچے کو شاہین جیسے تیزی اور چستی عطا کر دیتا ہے۔

فکرِ فاروقیؒ

......نظامِ خلافت کے نفاذ کے لیے ایک ملک درکار ہے اور علاقہ ضروری ہے لہٰذا علامہ اقبال نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ملک پاکستان کا نظریہ پیش کیا۔ اس کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کو لندن سے بلا کر مسلمانانِ ہند کی قیادت کے لیے آمادہ کیا۔ ملک پاکستان صرف ایک زمین کا ٹکڑا (PIECE OF LAND) نہیں بلکہ نظامِ خلافت کا گہوارہ بنانا ضروری ہے اور یہی علامہ اقبال کا مدعا تھا۔ اس ملک میں نظام خلافت کے لیے ایک انقلاب (بنیادی تبدیلی) کی ضرورت ہے کہ سود کا خاتمہ ہو جائے، جاگیرداری کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، انسانوں کے درمیان اونچ نیچ (ذات، برادری، نسل، پیشہ، حیثیت وغیرہ کی بنیاد) ختم کر دی جائے، یہ چیزیں صرف پہچان کے لیے باقی رہ جائیں، حاکمیّت اللہ کی ہو جائے اور انسانوں کے بنائے ہوئے قانون نہیں، اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اس کے لیے بادشاہوں اور خدائی کے دعویداروں اور دوسرے نظاموں سے گلوخلاصی ضروری ہے۔ اس کام کے لیے سخت جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ایسے مردانِ کار کی ضرورت ہے جو اس کو اپنی زندگی کا مشن بنائیں، اللہ کی رضا کے لیے نکلیں اور دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے کے لیے اللہ کے بھیجے ہوئے نظام کو عام کریں، لوگوں میں شعور پیدا کریں، لوگوں کو جمع کریں، ان کی تربیت کریں، ان کو باطل سے ٹکرا دیں اور انقلاب برپا کر دیں۔ اس سارے معاملے میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت اور زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے اور یہ سخت مشقت اور محنت طلب کام ہے۔ بقول علامہ اقبال

با نشۂ درویشی در ساز و دمادم زن   چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

یا جیسے اُردو کا ایک اور شعر ہے (اکبرالہ آبادی)

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

اس انقلاب اور اللہ کی حاکمیت کے لیے علامہ اقبال نے قرآن مجید پڑھنے اور عشقِ رسول ﷺ کا درس دیا۔ (از ''21 اسلامی انقلابی شخصیات'')